ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
21 تا 27 فروری 2002ء

☆ صدر مشرف کا دورۂ امریکہ: نتائج و عواقب (تجزیہ)
☆ ایمان کا مفہوم، موضوع اور حقیقت (منبر و محراب)
☆ فلسفہ عید قربان (حسن انتخاب)

ادارہ ندائے خلافت
کی جانب سے
قارئین کو
عید الاضحیٰ
مُبارک

عید الاضحیٰ ـــــ ایک لمحۂ فکریہ!

جس طرح ہم نے دین کے دوسرے بہت سے حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اسی طرح قربانی کی اصل روح بھی ہمارے دلوں سے غائب ہو چکی ہے اور اب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک ایک رسم کی ہے جبکہ اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال بیس لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو فریضۂ حج ادا کرتے ہیں اور اس موقع پر بلا مبالغہ پورے کرۂ ارض پر کروڑوں کی تعداد میں قربانی دی جاتی ہے لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتی جس کی رسائی اللہ تک ہے۔ بقول علامہ اقبال

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے

عید الاضحیٰ کے موقع پر ہمارے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم سوچیں، غور کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات و احساسات کی قربانی دے سکتے ہیں! کیا واقعتاً ہم اپنی محبوب ترین اشیاء کو اللہ کی راہ میں قربان کر سکتے ہیں! کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار کر سکتے ہیں! کیا ہم اپنے ذاتی مفادات کو اللہ اور اس کے دین کے لئے تج سکتے ہیں! کیا اپنے علائق دُنیوی، اپنی رشتے داریاں اور اپنی محبتیں وقت پڑنے پر اللہ کے دین کی خاطر چھوڑ سکتے ہیں! اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عید الاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بھی نورٌ علیٰ نور کے مصداق ایک بڑے خیر کا موجب ہوگی۔ لیکن اگر ہم اللہ کے دین کے لئے کوئی ایثار کرنے کے لئے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی محض ایک خول اور ڈھانچہ ہے جو روح سے یکسر خالی ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی — فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

(امیر تنظیم اسلامی کی کتاب ''عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اَوَ کُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ o وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ق كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ o وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ج وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ق وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ o وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ o﴾ (آیات:۱۰۰ تا ۱۰۳)

''اور کیا (ایسا نہیں کہ) جب کبھی انہوں نے عہد کیا تو انہی میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو پھینک دیا (توڑ ڈالا)' بلکہ ان کی اکثریت ایمان نہیں رکھتی۔ اور جب بھی ان کی جانب اللہ کی طرف سے کوئی رسول اس شے کی تصدیق کرتا ہوا آیا جو ان کے پاس موجود تھی' تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی' ان میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اپنے پیٹھوں کے پیچھے ایسے پھینک دیا جیسے وہ کچھ علم نہ رکھتے تھے۔ اور انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو (حضرت) سلیمانؑ کے عہد حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور (حضرت) سلیمانؑ نے (ہرگز) کوئی کفر نہیں کیا تھا (بلکہ) یہ شیاطین ہی تھے جو کفر کرتے تھے (یعنی) وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔ اور (اس چیز کی پیروی کرتے تھے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا تھا اور وہ کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ کہہ نہ دیتے کہ ہم تو بس (تمہارے رب کی طرف سے) ایک آزمائش ہیں' پس تم کفر نہ کرو۔ (لیکن اس کے باوجود) وہ ان دونوں سے سیکھتے رہے وہ علم کہ جس کے ذریعے وہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے مابین تفرقہ پیدا کر سکیں' اور وہ اس کے ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔ اور وہ (ایسا) علم حاصل کرتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ تھا اور فائدہ بخش نہ تھا۔ اور انہیں معلوم تھا کہ ان چیزوں کو اختیار کرنے والوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں رہے گا' اور بہت ہی بری تھی وہ شے جس کے عوض انہوں نے خود کو بیچ دیا' کاش کہ وہ علم رکھتے! اور اگر انہوں نے ایمان اور تقویٰ اختیار کیا ہوتا تو وہ اللہ کی طرف سے بہت اچھا بدلہ پاتے' کاش کہ وہ جانتے!''

زیر درس پہلی آیت میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس قوم کی معتدبہ تعداد اپنے قول اور قرار کا پاس رکھنے کے بجائے اس کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں کی تعلیمات اور کتابِ ہدایت کو قصداً پس پشت ڈال کر یہ تاثر دیتی رہی کہ وہ احکام الٰہی سے لاعلم ہے۔

جب کوئی مسلمان قوم اللہ کی کتاب اور اس کے رسولوں کی تعلیمات سے انحراف کے نتیجے میں زوال اور اضمحلال سے دوچار ہوتی ہے تو اس کے اندر سے قوت عمل ختم ہو جاتی ہے اور وہ لایعنی کاموں کی جانب متوجہ ہو جاتی ہے۔ یروشلم کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل جب بابل میں اسیری کی زندگی گزار رہے تھے تو ان میں سحر اور جادو کا رواج ہو گیا تھا۔ اس سے قبل حضرت سلیمانؑ کے عہدِ حکومت میں جنات کے ذریعے بھی بعض شرارتی لوگوں نے جادو کا فن سیکھ لیا تھا۔ بابل میں اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو انسانی شکل میں نازل کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے' لیکن ساتھ ہی متنبہ بھی کر دیا کرتے تھے کہ اس علم کا حصول انہیں دین سے برگشتہ کر دے گا۔ مزید یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم کی آزمائش کے طور پر بھیجے گئے ہیں لہٰذا لوگوں کو کفر کی یہ روش اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اس انتباہ کے باوجود لوگوں نے جادو اور سحر کا علم سیکھا۔ جادو اگرچہ حق ہے اور سحر میں تاثیر ہے لیکن اس کا کرنا اور کروانا کفر ہے۔ جس طرح دوا اذنِ الٰہی ہی سے انسان کے حق میں شفا کا کام دیتی ہے اسی طرح جادو اور ٹونے ٹوٹکے میں بھی اثر اللہ تعالیٰ کے حکم ہی کے تحت ہوتا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل یہ جانتے ہوئے کہ یہ چیزیں ان کے لئے کوئی منفعت نہیں رکھتیں بلکہ انہیں حاصل کرنے سے وہ جنت میں داخلے سے محروم رہیں گے' ان معاملات میں الجھے رہے اور خود کو جہنم کا مستحق بنا لیا۔ اس کے برعکس اگر وہ ایمان اور تقویٰ کے راستے پر چلتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہترین اجر و ثواب پاتے!

☆ ☆ ☆

فرمان نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لئے وعید

عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جالب (یعنی غلہ وغیرہ باہر سے لا کر بازار میں بیچنے والا تاجر) مرزوق ہے (یعنی اللہ اس کے رزق کا کفیل ہے) اور محتکر (یعنی مہنگائی کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے۔ (یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور وہ رحمت و برکت سے محروم ہے)

اسلام کی اقتصادی تعلیمات کا مقصود یہ ہے کہ عام آدمی تک اشیاء خورد و نوش بسہولت پہنچتی رہیں اور مہنگائی نہ ہونے پائے تاکہ عام آدمی پر ناروا بوجھ نہ آئے۔ لیکن آج کل بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں اور سرمایہ دار مڈل مین کی حیثیت سے اشیاء سستے داموں خرید کر ذخیرہ کر لیتے ہیں اور پھر خود ساختہ مہنگائی پیدا کر کے ان کو مہنگے داموں بیچتے ہیں۔ یہ صریحاً ظلم ہے اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ ذخیرہ کرنے والوں کو ملعون قرار دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کو تو چاہئے کہ اللہ کی مخلوق کی ضروریات کو سامنے رکھیں' جائز منافع پر قناعت کریں اور آخرت کی جوابدہی کو سامنے رکھیں' لیکن افسوس کہ مسلمانوں میں بھائی چارہ ختم ہو گیا ہے۔ چونکہ اسلامی اقدار کو ہم نے عام نہیں کیا اس لئے ہمارے اندر اخوت اسلامی کے حوالے سے برادرانہ احساسات پروان نہیں چڑھ سکے کہ ہم اپنے بھائیوں کا خیال رکھیں اور اپنے تھوڑے سے فائدے کے لئے مخلوق خدا کو مہنگائی کے وبال میں نہ ڈالیں۔ کاش پاکستان میں اسلام کا نظام معیشت و معاشرت و سیاست نافذ کر دیا جائے کہ ہم ایک دوسرے کو اپنا خیال کرنے والے بن جائیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 8
21 تا 27 فروری 2002ء
(۸ تا ۱۴ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر : حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
سالانہ زرتعاون :
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان:
☆یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
............1500 روپے
☆امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
............2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

انڈرسٹینڈنگ!

صدر پرویز مشرف جو آج بدقسمتی یا خوش قسمتی سے پاکستان کے سیاہ وسفید کے تنہا مالک ہیں' امریکہ کا دورہ مکمل کر کے پاکستان واپس تشریف لے آئے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے کسی ملک کے حکمران کو سرکاری طور پر دورہ کی دعوت ملنا ایک بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ صدر مشرف کے لئے اس معاملے کی اہمیت یوں بھی دو چند تھی کہ کچھ ہی عرصہ قبل یو این او کے ایک اہم اجلاس میں شرکت کے لئے صدر مشرف جب امریکہ گئے تو امریکی صدر بل کلنٹن ان سے مصافحہ کرنے سے بھی گریزاں تھے کہ ایک غیر نمائندہ اور غیر منتخب صدر جو محض طاقت کے بل پر حکمران بن بیٹھا ہے' ہرگز اس لائق نہیں کہ صدر امریکہ اسے مصافحہ کا شرف بخش کر ایک غیر جمہوری حکومت کی حوصلہ افزائی کا موجب بنیں۔ ایسے غیر نمائندہ حکمران کو امریکی صدر کی جانب سے امریکہ کے سرکاری دورے کی دعوت ملنا یقیناً ایک غیر معمولی بات ہے۔ جہاں ایک طرف یہ چیز صدر مشرف کے لئے باعثِ اعزاز واکرام ہے' وہاں دوسری جانب یہ معاملہ امریکہ کے بے اصولے پن کا ایک بین ثبوت بھی ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر وباہر ہے کہ صدر پرویز مشرف کو یہ اعزاز اس لئے بخشا گیا کہ انہوں نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کی امریکی مہم میں جسے اگر مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی بدترین دہشت گردی قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا' بھرپور انداز میں امریکہ کا ساتھ دیا اور پاکستان کو امریکہ کی فرنٹ لائن سٹیٹ بنانے کی راہ کی ہر رکاوٹ کو بزور طاقت دور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ طاقت وقوت کے نشے میں بدمست امریکہ چونکہ ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کے ساتھ میدان میں آیا ہے اور افغانستان کے بعد اب پاکستان سے بھی جذبہ جہاد سے سرشار بنیاد پرستوں اور دین سے گہری جذباتی عقیدت رکھنے والے سرفروشوں کی مکمل بیخ کنی اس کا اگلا ہدف ہے جس میں پرویز مشرف جیسے وفادار معاونین کے تعاون کی اسے اشد ضرورت ہوگی لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ صدر پرویز مشرف کو امریکہ بلا کر ان کی پیٹھ ٹھونکی جائے اور ان کی ''خدمات'' کا ببانگ دہل اعتراف کیا جائے۔ سو یہ کام توقع کے عین مطابق بھرپور انداز میں ہوا اور صدر مشرف امریکی صدر سے ڈھیروں دادوتحسین وصول کرنے میں کامیاب ہوئے۔

لیکن اقتصادی تعاون کے حوالے سے دورۂ امریکہ سے جو توقعات وابستہ کی جا رہی تھیں' وہ خلافِ توقع کسی ادنیٰ درجے میں بھی پوری نہ ہوسکیں۔ جس برائے نام امداد کے وعدۂ فردا پر صدر پاکستان کو ٹرخایا گیا اوّل تو اس کی حیثیت ''Peanuts'' (مونگ پھلی) سے زیادہ نہیں' ثانیاً اسے ایسی کڑی شرائط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ جن کو پورا کرنا قومی عزت ووقار کی دھجیاں بکھیرے اور اپنے اسلامی تشخص کی نفی کئے بغیر ممکن نہیں' اس لئے کہ تعاون کا یہ وعدۂ فردا اسی وقت تک قائم رہ سکے گا جب تک پاکستان اور امریکہ کے مقاصد ایک رہیں گے' یعنی بالفاظ دیگر پاکستان جب تک امریکہ کا ''مکمل تابع مہمل'' بن کر آئندہ بھی اس کے ہر حکم پر عمل پیرا اور ہر ''توقع'' پر پورا اترتا رہے گا' اسے ''مونگ پھلیاں'' ملتی رہیں گی—— چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ غلط نہ ہوگا کہ صدر مشرف تقریباً خالی ہاتھ امریکہ سے واپس آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں بھی خفت مٹانے کے لئے یہ موقف اختیار کرنا پڑا کہ ''دورۂ امریکہ کا اصل حاصل باہمی انڈرسٹینڈنگ ہے'' جس کا بظاہر تو یہی مطلب لیا جائے گا کہ اس دورے کے ذریعے ہمیں امریکہ کے سٹینڈ پوائنٹ اور اس کی مجبوریوں اور مسائل کو سمجھنے میں مدد ملی ہے جبکہ امریکہ کو موقع ملا کہ اس نے ہمارے مسائل و معاملات اور سٹینڈ پوائنٹ سے واقفیت حاصل کی۔ لیکن ہمارے نزدیک صدر مشرف کا یہ موقف صورت حال کی صحیح عکاسی نہیں کرتا بلکہ جہاں تک انڈرسٹینڈنگ کا تعلق ہے' امریکہ بہت پہلے سے ہمارے معاملات کو خوب سمجھتا اور جانتا ہے۔ ہمارے ساتھ ماضی میں بھی جو اس کا رویہ رہا وہ کسی غلط فہمی پر مبنی نہیں تھا اور حالیہ رویہ بھی کسی خوش فہمی کا مظہر نہیں ہے بلکہ وہ علی وجہ البصیرت پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے اور اسے اپنے مذموم مفادات وعزائم کی تکمیل کے لئے ''ٹشو پیپر'' کی طرح استعمال کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ اس نے پاکستانی وفد میں شامل نہایت معزز ارکان کی جامہ تلاشی اور جوتے اتروا کر ہمیں یہ باور کرا دیا ہے کہ ہم اپنی ''حیثیت'' کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں بلکہ اپنی اوقات میں رہیں—— انڈرسٹینڈنگ کے حوالے سے اصل سوال یہ ہے کہ کیا ہم بحیثیت قوم اور پرویز مشرف بحیثیت صدر پاکستان' امریکہ اور اس کے مذموم عزائم کو سمجھ پائے ہیں یا نہیں! اگر تو ہم امریکہ کے اصل کردار کو سمجھنے میں کامیاب رہے اور آئندہ ہم نے اس کے فریب سے بچنے کی کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کر لی ہے تو یہ دورہ یقیناً کامیاب ہے' بصورتِ دیگر قومی سطح پر ہماری ناکامیوں کی فہرست میں ایک اضافے سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔oo

ایمان کا موضوع وہی ہے جو فلسفے کا موضوع ہے

ایمان کا لفظی مطلب کسی کو امن دینا ہے جبکہ اصطلاحی مفہوم تصدیق کرنے کا ہے

کسی فلسفی نے آج تک کوئی بات حتمی یقین سے نہیں کہی جبکہ انبیاء کی ہر بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے

ایمان ایک حقیقی فلسفہ ہے جس میں کائنات اور انسان کی حقیقت جیسے اہم رازوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے

غلبۂ اسلام کے لئے کام کرنے والی جماعتوں نے اس کام کی شرط لازم حقیقی ایمان و یقین کو نظر انداز کئے رکھا

غلبہ دین کی خواہش رکھنے والے لوگوں کے ایمان میں بصیرت باطنی کے ساتھ درجہ احسان کی گہرائی کے بغیر یہ منزل سر نہیں ہو سکتی

اگر صادق المصدوق حضرت محمدؐ نے قیامت سے پہلے کل روئے ارضی پر غلبۂ دین کی خبر نہ دی ہوتی تو اس کام کا دوبارہ ہونا ممکن نہ تھا

ایمان کا مفہوم، موضوع اور حقیقت؟

مسجد دار السلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۵ فروری ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اقامتِ دین کی جدوجہد یعنی اللہ کے دین کو بالفعل ایک نظامِ زندگی کے طور پر نافذ کرنا ایک انتہائی مشکل اور کٹھن کام ہے۔ انبیاء و رسل کی پوری تاریخ میں یہ کارنامہ صرف حضرت محمد ﷺ کے دستِ مبارک سے تکمیل پذیر ہوا۔ دوبارہ اس کام کے ہونے کا تصور بھی کبھی نہ ہو سکتا اگر صادق المصدوق حضرت محمد ﷺ نے یہ خبر نہ دی ہوتی کہ قیامت سے قبل دنیا میں اسلام دوبارہ ایک نظام کی حیثیت سے قائم ہو گا یعنی کل روئے ارضی پر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام برپا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ آسانی سے نہیں ہوگا، اس کے لئے محنت و مشقت کرنا ہوگی کیونکہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں بھی یہ کام محنت اور مشقت سے ہوا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے جان اور مال کی قربانیاں دی تھیں، تب دین قائم ہوا تھا۔ خود حضور ﷺ کا خون سفر طائف اور غزوۂ احد میں زمین پر گرا تھا۔

لہٰذا جو لوگ آج اس کی آرزو کرتے ہیں اور دنیا میں اس کام کے لئے تحریکیں چلا رہے ہیں وہ اس سلسلے کی اہم ترین شرط کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ اس قربانی کے لئے نہایت گہرا ایمان درکار ہوتا ہے۔ جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو ایمان ہمارے پاس ہے، کیونکہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، رسولؐ کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ ماننا درحقیقت ایک موروثی عقیدہ ہے جو ہمیں ہمارے والدین سے وراثتاً منتقل ہوا ہے۔ موروثی عقیدہ اور شے ہوتی ہے جبکہ ان چیزوں پر دل کی گہرائی سے یقین رکھنا اور شے ہے۔ لہٰذا اس کام کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ قرآن کی بنیاد پر تجدید ایمان کی عمومی تحریک شروع کی جائے تاکہ عوام الناس میں حقیقی ایمان پیدا ہو اور وہ اپنے جان و مال کی قربانی دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ دوسرا کام انہیں یہ کرنا ہوگا کہ معاشرے کے فہیم عناصر میں ایسے لوگوں کا مضبوط نیوکلیس قائم کریں جو علی وجه البصيرة ان چیزوں پر ایمان رکھتے ہوں۔ کیونکہ یہی لوگ معاشرے کے دماغ کی حیثیت رکھتے ہیں اور معاشرے کا کنٹرول ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ طبقہ اگر حقیقی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگا تو معاشرہ میں خود بخود اسلام کے غلبے کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ سورۂ یوسف کی آیت میں حضور ﷺ کو یہی حکم دیا گیا:

> ''کہہ دیجئے اے نبیؐ کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف علی وجه البصيرة دعوت دے رہا ہوں (میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہیں مار رہا ہوں) اور نہ صرف میں بلکہ جو میری پیروی کر رہے ہیں وہ بھی (علی وجه البصيرة اس کو اپناتے ہیں۔ اسی لئے اس راستے کی طرف بلا رہے ہیں)۔''

تیسری بات یہ ہے کہ اس تحریک کی قیادت کرنے والے لوگوں کے اندر بصیرت والے اس ایمان میں حدیث جبرائیل کے مطابق درجہ احسان کی گہرائی ہونی چاہئے۔ یعنی وہ یقین اتنا گہرا ہو چکا ہو کہ جیسے آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیز پر انسان کا یقین ہوتا ہے۔

ایمان کا مفہوم

اس تمہید کے بعد آیئے ایمان کی حقیقت پر غور کریں کہ ایمان کے معنی کیا ہیں؟ اس کے لفظی معنی کیا ہیں؟ اور اصطلاحی مفہوم کیا ہے؟ عربی زبان کے ۹۹ فی صد الفاظ سہ حرفی مادے سے بنتے ہیں۔ سادہ ترین مثال لفظ ''علم'' کی ہے۔ ''ع ل م'' تین حرف ہیں۔ اسی سے لفظ عالم ہے کہ جس کو علم حاصل ہے۔ معلوم بھی اسی سے ہے (یعنی جو علم حاصل ہو)، متعلم (جو علم حاصل کر رہا ہے)، معلم (جو علم دے رہا ہے)۔ مختلف الفاظ بنتے چلے جائیں گے لیکن ان الفاظ کی Root ایک ہے۔ جیسے جڑ سے درخت کے ہر پتے

کا تعلق ہوتا ہے کہ درخت پھیلتا جا رہا ہے لیکن جڑ سے اس کی غذا آ رہی ہے۔ اس طریقے سے عربی زبان میں ان الفاظ کا اپنے سہ حرفی مادہ سے تعلق منقطع نہیں ہوتا۔

ایمان کا مادہ (ء م ن) "امن" ہے' امن اردو میں بھی مستعمل ہے۔ ایک ایسی کیفیت جس میں کوئی خوف نہ ہو' کوئی رنج اور غم نہ ہو۔ (اَمِنَ یَاْمَنُ) کے معنی ہیں خود امن میں ہونا' اس سے اسم فاعل بنا "اٰمِنٌ" یعنی وہ شخص یا جگہ جو امن میں ہو۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی مکہ مکرمہ کے بارے میں دعا آئی ہے ﴿رب اجعل هذا بلداً اٰمنًا﴾ "اے اللہ! اسے امن والا شہر بنا دے"۔ جب یہ باب افعال میں آتا ہے تو بنتا ہے "ایمان"' جس کے معنی ہیں کسی کو امن دینا اور اس سے اسم الفاعل "مومن" ہے یعنی کسی کو امن دینے والا۔ اب اس میں ایک چیز کا اضافہ کیجئے۔ جیسا کہ انگریزی زبان میں ہوتا ہے کہ Verb کے ساتھ Preposition کے بدلنے سے مفہوم بدلتا ہے۔ مثلاً To give کے معنی ہیں دینا' To give up چھوڑ دینا' To give in اطاعت قبول کر لینا۔ یہ up اور in کے اضافے سے To give کے ساتھ زمین و آسمان کا فرق واقع ہو گیا۔ عربی زبان میں بھی Preposition کے استعمال سے فرق واقع ہوتا ہے لیکن زمین و آسمان والا فرق نہیں ہوتا بلکہ اس کا اپنے root کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے' جیسے ایمان کے بعد اگر "ل" یا "ب" آ جائے تو اس کے معنی ہیں کسی کی تصدیق کرنا۔ "امن له" اس نے تصدیق کی۔ تصدیق دو چیزوں کی ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص آیا اس نے اپنے بارے میں کوئی دعویٰ کیا۔ اب اگر آپ نے دعویٰ مان لیا تو گویا آپ نے اسے امن دیا' آپ نے کہا نہیں میں تمہارا دعویٰ تسلیم نہیں کرتا تو جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی شخص آیا اور اس نے آپ کو ایک خبر دی آپ نے خبر تسلیم کر لی تو گویا کہ آپ نے اسے امن دیا اور اگر آپ نے کہا کہ نہیں جھوٹ بول رہے ہو تو جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ (وہ تھوڑا بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی ہو سکتا ہے)۔ لہٰذا ایمان کے معنی ہیں امن دینا جو تصدیق کے اندر موجود ہیں۔ لفظ ایمان اصطلاحی طور پر اکثر و بیشتر "ب" کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ ﴿من امن بالله واليوم الآخر﴾ وغیرہ اصطلاحی معنی میں ایمان کا مطلب ہے: "تصديق بما جاء به النبيؐ" یعنی اللہ کے نبی جو کچھ لے کر آئے اس سب کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ حضور ﷺ نے دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں میرے پاس وحی آتی ہے۔ اب جس نے یہ دعویٰ تسلیم کر لیا وہ مومن ہے' اس نے گویا کہ حضرت محمد ﷺ کو امن دیا' جس نے کہا نہیں غلط ہے تو جھگڑا شروع ہو گیا۔ مکے میں یہی کشمکش جاری تھی۔ ایمان کے لفظی معنی کسی کو امن دینا ہیں جبکہ "ب" اور "ل" کی Prepositions کا اضافہ ہو جائے تو اس کے معنی ہیں تصدیق کرنا۔ "ب" کے ساتھ تصدیق گہرے وثوق کے ساتھ ہوتی ہے اور "ل" کے ساتھ عموماً سرسری طور پر تصدیق مراد ہوتی ہے۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو دعویٰ کیا اور جو خبر دی اس کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔

ایمان کا موضوع

اب آگے چلئے کہ ایمان کا اصل موضوع کیا ہے؟ ایمان کا موضوع وہی ہے جو فلسفے کا موضوع ہے۔ دیکھئے دنیا میں انسان جب شعور کی آنکھ کھولتا ہے تو وہ دیکھتا ہے آسمان ہے' زمین ہے' وسیع و عریض کائنات ہے۔ لوگ کچھ چیزوں کو مانتے ہیں' کچھ کو نہیں مانتے۔ ایک عظیم اکثریت تو وہ ہوتی ہے جو غور و فکر سے کام نہیں لیتی بلکہ جو حقائق دوسرے لوگ مان رہے ہوتے ہیں یہ بھی ماننا شروع کر دیتے ہیں۔ ہندو معاشرے میں پیدا ہو گئے تو جو ماں باپ مانتے ہیں وہی عقیدہ انہوں نے اختیار کر لیا' کبھی تنقیدی طور پر سوچا نہیں کہ یہ بات صحیح بھی ہے کہ نہیں۔ لیکن کچھ لوگ تاریخ انسانی میں ایسے موجود رہے ہیں جو اس طرح کی بھیڑ چال کو اختیار نہیں کرتے' وہ ہر چیز کی حقیقت کو خود سمجھنا چاہتے ہیں۔ یعنی یہ کائنات کیا ہے؟ یہ ہمیشہ سے ہے' ہمیشہ رہے گی یا یہ کسی خاص وقت میں پیدا ہوئی تھی اور اس کو کبھی ختم بھی ہونا ہے؟ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میری پیدائش سے پہلے بھی میرا کوئی وجود تھا یا نہیں؟ اسی طرح یہ تو معلوم ہے کہ مرنا ہے لیکن موت کے بعد کیا ہے؟ میرا وجود ختم ہو جائے گا؟ یا اس کے بعد بھی میرے وجود کا کوئی تسلسل ہے؟ اگر ہے تو کیا ہے؟ اسی طرح یہ کہ خیر کیا ہے شر کیا ہے؟ کیا ان کی کوئی مستقل اقدار ہیں یا نہیں؟ علم کیا ہے؟ علم کے حصول کا ذریعہ حواس خمسہ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ اور سب سے اہم مسئلہ یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں قسم کے حیوانات زمین پر ہیں۔ انسان بھی صرف ایک حیوان ہے یا یہ بنیادی طور پر کچھ مختلف ہے؟ یہ سارے سوالات انسانی ذہن میں اگر وہ باشعور ہے تو پیدا ہونے چاہئیں۔ لیکن عام انسان یہ سب نہیں سوچتے۔ البتہ ہر معاشرے میں ان سوالات کا کوئی نہ کوئی جواب موجود ہوتا ہے جسے بھیڑ چال کے انداز میں لوگ قبول کر لیتے ہیں اور اس پر تنقیدی نگاہ نہیں ڈالتے کہ یہ بات معقول ہے کہ نہیں ہے۔ تاہم ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان باتوں کو صرف اس وجہ سے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے کہ لوگ مانتے ہیں بلکہ وہ حقیقت کو خود تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ کسی معاشرے میں بہت کم ہوتے ہیں۔ Intellectual کا لفظ انہی کے لئے ہے جو واقعتاً اپنی عقل سے ان سوالات کا جواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب یہ سوالات کسی کے ذہن میں پیدا ہو جاتے ہیں تو اسے دنیا کی کسی اور چیز سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ ان کے لئے زندگی بے معنی ہو جاتی ہے اور انہیں چین نہیں آتا جب تک وہ ان سوالوں کا کسی نہ کسی درجے میں جواب حاصل نہ کر لیں۔ گوتم بدھ نے انہی سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لئے بادشاہت چھوڑ دی۔ سقراط نے ان سوالوں کا جواب پا کر جب لوگوں میں بیان کرنا شروع کیا تو اسے زبان بندی پر مجبور کیا گیا۔ اس کے خلاف مقدمہ بنا کہ تم ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کر رہے ہو۔ ہمارے آباء و اجداد کے عقائد کو جھٹلانا چاہتے ہو؟ آخر کار فیصلہ یہ کیا گیا کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو زبان بند رکھو' تم جو بھی یقین کرتے ہو کرتے رہو لیکن بیان نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے لئے یہ ممکن نہیں ہے تو یہ زہر کا پیالہ ہے ابھی اسی وقت پیو اور ختم ہو جاؤ۔ سقراط نے زہر کا پیالہ پی لیا لیکن یہ بات قبول نہیں کی کہ میں زندہ رہوں اور میں نے غور و فکر سے جو نتائج اخذ کئے ہیں انہیں بیان نہ کروں۔ گویا ان حقیقتوں کی تلاش' معرفت اور اشاعت کو اس نے زندگی پر ترجیح دی۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ جو ایران میں پیدا ہوئے۔ وہ حق کی تلاش میں نکلے تو راستے میں غلام بنا لئے گئے۔ جہاں سے شام پہنچے اور شام سے حجاز پہنچے اور حضور اکرمؐ سے ملاقات ہوئی۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ حق کی تلاش میں کچھ لوگوں نے اپنا سب کچھ تیاگ دیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کی الجھن اتنی شدید ہوتی ہے کہ ایک شخص کے لئے زندگی بے معنی ہو جائے جیسا کہ اوپر بیان کی گئی چند مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس الجھن کی شدت کو ایک تمثیل کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کریں۔ فرض کیجئے آپ لاہور سے کراچی کا ارادہ کر کے ٹرین میں سوار ہو گئے اب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی فیملی لاہور میں ہے' فلاں جگہ گھر ہے اور میں کراچی جا رہا ہوں' کس لئے جا رہا ہوں' کیا مقصد ہے؟ یہ سب آپ کی یادداشت میں محفوظ ہے۔ فرض کیجئے کہ اثنائے سفر اوپر سے کوئی ٹرنک آپ کے سر پر گرا ہے اور اس صدمے کی وجہ سے آپ کی یادداشت زائل ہو گئی۔ اب آپ خلاء میں ہیں' آپ کو کچھ معلوم نہیں میں کہاں ہوں۔ کہاں سے چلا تھا' کوئی میرا گھر بار ہے یا نہیں' ہے تو کہاں ہے؟ اس سے کتنی الجھن ہو گی۔ اتنی ہی الجھن ہوتی ہے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہم آئے تو ہیں' پر کہاں سے آئے ہیں کچھ پتہ نہیں' جا کہاں رہے ہیں کچھ پتہ نہیں' ہمارے سفر کا مقصد کیا ہے کچھ پتہ نہیں' ہاں کچھ جبلیات (Instincts) ہیں۔ پیٹ کھانے کو مانگتا ہے تو بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ کما کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہ تو کر رہے ہیں اس کے لئے دن رات کی محنت میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ سوال کہ ہم آئے کہاں سے' ہم کون ہیں' ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ یہ معلوم نہیں ہے۔

اب نوٹ کیجئے ان سوالوں کے جواب دنیا میں دو

طریقے سے دیئے گئے۔ ایک طریقہ فلسفیانہ ہے۔ لوگوں نے غور کیا۔ مشاہدات کئے' نتائج اخذ کئے اور کہا کہ ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات ایسے بنی ہوگی یا اس طریقے سے چل رہی ہے۔ اس کا ایک End ہے۔ یہ ہے فلسفہ' دنیا بھر کے تمام فلسفی انہی مسائل کے بارے میں غور کرتے رہے۔ اس سوچ وبچار کے نتیجے میں دنیا میں مختلف فلسفے اور نظام وجود میں آئے۔ لیکن کسی فلسفی نے آج تک اس دعویٰ کے ساتھ بات نہیں کی کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حق ہے۔ بس وہ یہی کہتے ہیں ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے' یوں ہوسکتا ہے' ہوسکتا ہے کہ بات کچھ اور ہو۔ کوئی فلسفی سوفی صد یقین سے نہیں کہتا کہ جو میں نے سمجھا ہے وہی حق ہے۔ ہمارے سب سے بڑے فلسفی علامہ اقبال ہیں وہ اپنی کتاب Reconstruction of religious thought in Islam کے دیباچے میں لکھتے ہیں ''مجھے یہ دعویٰ نہیں ہے کہ جو کچھ باتیں میں نے کہی ہیں وہ سب صدفی صد صحیح ہیں۔ ہمیں صرف یہ چاہئے کہ حقیقت کی تلاش کا Attitude برقرار رکھیں۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ چل کر ان سے صحیح تر باتیں کہی جائیں جو میں نے کہی ہیں''۔ اس پہلو سے جان لیجئے کسی فلسفی نے یہ نہیں کہا کہ بس یہ ''الحق'' ہے۔

ایمان کی حقیقت

ان سوالات کے جوابات کا دوسرا ذریعہ انبیاء کرام کا ہے۔ یعنی کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ہمارا اس کائنات کے پیدا کرنے والے کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ ایک Special source of Knowledge ''وحی'' کے ذریعے سے ہمیں ان سوالات کے جوابات ملے اور ان کی بنیاد پر ہم تمہیں بتا رہے ہیں اور یہ ''الحق'' ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ قرآن کا دعویٰ ہے ﴿الم o ذلک الکتاب لا ریب فیه﴾ یہ دعویٰ دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے؟ نبیوں نے یہ دعویٰ کیوں کیا؟ اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ یہ میری عقل کی ٹامک ٹوئیاں نہیں ہیں۔ یہ میری اپنی سوچ نہیں ہے۔ درحقیقت یہ وحی ہے جو مجھ پر کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کی ایک بڑی پیاری مثال سورۃ مریم میں آئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد سے کہا ''ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ پس میری پیروی کیجئے میں آپ کی رہنمائی کروں گا سیدھے راستے کی طرف''۔ یہ دعویٰ انبیاء کرامؑ نے کیا اور اس کو تسلیم کر لینے والے مؤمن ہیں۔ انبیاء کے اس دعوے کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے نبی آئے اور انہوں نے ان بنیادی سوالات کے جو جوابات دیئے وہ متفق علیہ ہیں۔ اگرچہ ان کی شریعتوں میں فرق رہا ہے لیکن ایمان کے اعتبار سے جو باتیں بھی کہی ہیں ان میں بال برابر بھی فرق نہیں ہے۔ وہ جوابات کیا ہیں جو انبیاء کرام نے دیئے؟

انبیاء کرام نے بتایا کہ یہ کائنات نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گی' یہ حادث ہے' فانی ہے۔ اس کائنات کو ایک ہستی نے پیدا کیا ہے' یہ مخلوق ہے اور وہ خالق ہے۔ وہ خالق اپنی ذات میں اکیلا ہے اس جیسا کوئی نہیں **لا مثال له و لا مثیل لـه و لا مثل لـه و لا ضد لـه**۔ وہ تمام اعلیٰ صفاتِ کمال سے بتمام وکمال متصف ہے۔ وہ ''**علیٰ کل شئی قدیر**'' ہے' وہ ''**بکل شئی علیم**'' ہے۔ وہ ہر ضعف سے' ہر عجز سے' ہر کوتاہی سے' ہر عیب سے پاک ہے۔ ان تمام باتوں کو جمع کریں تو ایمان باللہ یا توحید بنتا ہے۔

ذرا آگے چلئے کہ اس کائنات کی حقیقت اور انسان کی تخلیق کے مقصد کے بارے میں انبیاء نے کیا کہا؟: انبیاء نے بتایا کہ اللہ نے یہ کائنات بنائی اور اسی نے انسان اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ لیکن انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی زندگی صرف یہ زندگی نہیں ہے جو وہ اس دنیا میں بسر کرتا ہے وہ اس دنیا میں آمد سے پہلے عالمِ ارواح میں پیدا کیا گیا تھا۔ اس وقت اس کا جسم نہیں تھا صرف روح تھی۔ پھر عالم خلق میں ماں کے پیٹ میں جب ہیولا تیار ہوگیا تو اس کی وہ روح لا کر اس کے ساتھ شامل کی گئی۔ اس سے حیات ارضی کا سلسلہ شروع ہوا' موت آنے پر روح پھر واپس وہیں چلی جائے گی' جہاں سے آئی تھی۔ دنیا کی زندگی دراصل ایک امتحانی وقفہ ہے۔ اللہ نے موت وحیات کا یہ چکر اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سے اچھے عمل کرنے والا ہے۔ اور موت کے بعد ایک دن آئے گا جب کہ تم سب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اس وقفہ والی زندگی میں جو بھی تم نے عمل کئے تھے اُن کا حساب دینا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں جزا وسزا کے فیصلے ہوں گے یا تو جنت ہے ہمیشہ کے لئے یا دوزخ ہے۔ اور جنت اور دوزخ حق ہے۔ یہ ایمان بالآخرہ ہے۔

اب آگے چلئے' اس دنیا میں صحیح زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں سے مسلح کر کے انسان کو بھیجا ہے۔ اس کو حواسِ خمسہ بھی دیئے ہیں' عقل بھی دی ہے اور علم بھی' لیکن اس پر مزید اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا ہے کہ اپنے چنے ہوئے منتخب انسانوں پر وحی کے ذریعے سے ہدایت نازل کی اور انہیں مامور کیا کہ میرے بندوں تک یہ پیغام ہدایت پہنچا دو۔ زبان سے بھی پہنچاؤ' اپنے عمل سے اس کا نمونہ پیش کرو تاکہ ان کے لئے آسانی ہو جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ' حضرت لقمانؒ جیسے کتنے لوگ ہوں گے جو اپنی عقل اور فطرت کی رہنمائی میں حقائق تک پہنچ جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور وحی کے سلسلے کو رحمت قرار دیا ہے اور اس رحمت کی تکمیل ہوئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کو رحمت قرار دیا تمام جہان والوں کے لئے۔ یہ رحمت اس اعتبار سے ہے کہ اللہ کے یہ بندے جن کے پاس وحی کے ذریعے سے اللہ کی ہدایت آئی ہے انہوں نے اپنی زندگی اسی کام میں لگا دی۔ دن رات کی محنت ومشقت کے باوجود' لوگوں کا اعراض' لوگوں کا انکار' لوگوں کی طرف سے استہزاء' تمسخر' تشدد سب کچھ برداشت کیا اور اللہ کے پیغام کو پہنچاتے رہے۔ جن لوگوں نے انبیاء کی باتوں کو مانا وہ مؤمن قرار پائے۔ جنہوں نے نہیں مانا اور یہ معلوم ہوگیا کہ ان میں خیر کا مادہ سرے سے ہے ہی نہیں تو انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ قوم نوحؑ ہلاک کر دی گئی' قوم عادؑ قوم ثمود ہلاک کر دی گئیں۔ پھر یہ کہ ان کے پاس جو ہدایت آئی تھی اسے کتابوں کی شکل میں جمع کر دیا تاکہ ان کے بعد ان کی امتوں کے پاس یہ ہدایت کتابی شکل میں محفوظ رہے۔ ہمارے پاس قرآن مجید ہے جو ہدی للناس ہے۔ ایک شے کا اور اضافہ کر لیجئے کہ اللہ کی ہدایت نبیوں کے پاس آئی ہے کچھ فرشتوں کے ذریعے سے جن میں سب سے برگزیدہ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ایمان بالملائکہ' ایمان بالوحی' ایمان بالانبیاء والرسل' ایمان بالکتب کو جمع کیجئے تو یہ ''ایمان بالرسالت'' بن جاتا ہے۔ ایمان باللہ یا توحید' ایمان بالمعاد یا آخرت اور ایمان بالرسالت دراصل ایمان کے اجزاء ہیں اور یہ وہ جوابات ہیں جو تمام انبیاء کرام نے اس کائنات کے بارے میں دیئے ہیں۔

ضمنی طور پر دو چیزیں اور نوٹ کر لیں۔ انسان نرا حیوان نہیں ہے اس میں اللہ نے اپنی روح میں سے پھونکا ہے۔ یہ ایک امتیازی شان ہے ﴿**فاذا سویته و نفخت فیه من روحی**﴾ جس کا دو مرتبہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔ یہ نرا حیوان نہیں ہے۔ البتہ اس میں ایک پورا حیوان بھی موجود ہے۔ یعنی انسان میں ساری حیوانی جبلیات (Animal Instincts) موجود ہیں۔ لیکن اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح میں سے پھونکا ہے۔ اور پھر وہ مقام عطا کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کے سامنے تمام فرشتوں کو سجدہ کروا دیا۔ لہٰذا اپنے مقام کو پہچانو! تم نرے حیوان نہیں ہو۔ اسی طرح یہ کہ خیر وشر مستقل Values ہیں۔ ان کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کے اندر ودیعت کیا ہوا ہے۔ انسان جانتا ہے کہ یہ اچھائی ہے' سچ بولنا اچھا ہے۔ جھوٹ بولنا برا ہے۔ نیکی اور بدی یہ صرف تمہارے سوچنے سے نہیں بنتی بلکہ یہ مستقل اقدار ہیں اور ان اقدار کے حوالے سے ہی محاسبہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ ایمان ایک مکمل فلسفہ ہے جس میں مابعد الطبیعات' اخلاقیات اور نفسیات وغیرہ کی تمام شاخوں سے متعلق حقیقی جوابات موجود ہیں۔ گویا ایمان ایک حقیقی فلسفہ ہے جس میں کائنات کے تمام رازوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور یہ راز ہمیں اس کائنات کے حقیقی مالک وخالق نے انبیاء کے ذریعے بتائے ہیں۔

پاکستان اگر امریکی مفادات کو پورا کرتا رہے گا تو اسے امداد ملتی رہے گی

ہمارے ہر حکمران کا بیرونی دورہ آغاز سے پہلے ہی کامیابی سے ہمکنار ہو چکا ہوتا ہے

حکومت کے دو ذمہ داران کے ساتھ توہین آمیز سلوک پر پوری قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے

صدر مشرف امریکی اسلحہ حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہے

صدر مشرف کا دورۂ امریکہ: نتائج و عواقب

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

۱۹۶۰ء کے عشرے میں گورنمنٹ کالج کے شعبہ پولیٹیکل سائنس کے میرے استاد پروفیسر امان اللہ (اگر بقید حیات ہیں تو اللہ انہیں ہدایت اور صحت سے نوازے اور اگر اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے) اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر تمہیں اپنی عزت عزیز ہے تو میری دو نصیحتیں یاد رکھنا: کبھی عام انتخابات میں حصہ نہ لینا اور چاہے کوئی کچھ کہہ گزرے ہتک عزت کا دعویٰ کبھی دائر نہ کرنا۔'' وجہ اس کی یہ بتایا کرتے تھے کہ انتخابات میں فریق مخالف کئی پشتوں کا کچا چٹھا کھول دیتا ہے جبکہ ہتک عزت کے دعوی میں مخالف فریق کو یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ مدعی عزت دار ہے ہی کب کہ جو اس کی عزت جاتی رہی۔ ان کے شاگردوں نے اس نصیحت پر کس قدر عمل کیا' یہ تو اللہ ہی جانتا ہے البتہ فوجی حکومت کے دو انتہائی ذمہ داران یعنی آئی ایس پی آر کے ترجمان راشد قریشی اور وزیر تجارت رزاق داؤد نے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے یہ نصیحت سن کر مضبوطی سے پلے باندھ لی۔ راشد قریشی کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ موصوف صدر محترم کی ناک کے بال ہیں تو کوئی ایسا مبالغہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے خود یہ کہا ہے کہ موجودہ حکومت میں میری اصل ذمہ داری صدر کا دفاع کرنا ہے۔ یہ دونوں اصحاب صدر محترم کے ساتھ امریکہ کے سرکاری دورے پر تھے لیکن وہاں سکیورٹی کے ذمہ داران نے ان کی جوتیاں اتروالیں۔ شکر ہے بات جوتیوں تک رک گئی' جوتیوں کے اوپر نہیں گئی۔ ایک پریس بریفنگ میں راشد قریشی نے اعتراف کیا کہ ان کی توہین کی گئی ہے لیکن زبانی یا تحریری کسی قسم کا کوئی احتجاج رجسٹر کروانا ضروری نہیں سمجھا گیا' ہتک عزت کا دعویٰ تو دور کی بات ہے۔

امریکہ کے یہودی اور نصاریٰ جنرل مشرف کو مسلسل تھپکی دیتے رہے۔ مکھن کی خوب لپائی ہوئی تالیوں کی گونج میں ہمارے صدر محترم مسکراہٹیں نچھاور کر رہے تھے ـــــ لیکن ٹی وی سکرین پر انہیں ''دوست یا دشمن؟'' کے سوال کا جواب ''دوست'' دیتا دیکھ کر راقم کو نجانے کیوں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات کے حوالے سے ان کے ضمیر اور فکر کے درمیان جس جنگ کا آغاز ہوا تھا' وہ ابھی تک جاری ہے۔ ان کے یہ کہنے پر کہ اگر کل کلاں پھر ۱۱ ستمبر جیسی صورت حال پیدا ہوئی تو میں وہی فیصلہ کروں گا' راقم کی نگاہوں میں جنرل ضیاء الحق کا چہرہ گھوم گیا جب وہ اپنے آخری ایام میں یہ کہہ رہے تھے کہ مجھے موقع ملا تو اگلے پانچ انتخابات بھی غیر جماعتی بنیادوں پر کراؤں گا۔ اس دور میں ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات پر بڑی تنقید ہو رہی تھی اور اس کے نقائص پر اخبارات سیاہ ہو رہے تھے' جس سے وہ پریشان تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب ڈھٹائی پر اتر آتا ہے تو اس کی آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے اور وہ نوشتہ دیوار بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور وہ زمینی حقائق کو جھٹلانے پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔

بہر حال توہین آمیز سلوک میجر جنرل راشد قریشی اور داؤد فیملی کے چشم و چراغ سے ہوا لیکن شرم سے سر تمام قوم کے جھک گئے کیونکہ نمائندہ نہ سہی' جبری ہی سہی' وہ پاکستان کے حکمران تو ہیں۔ اس لحاظ سے امریکیوں نے پاکستان کے عوام کی توہین کی ہے۔ لیکن شاید دست سوال پھیلانے کے عادی ہو جانے سے سب کچھ روٹین ہو جاتا ہے۔ ہمارے جنرل صاحب نے دورۂ امریکہ کے دوران یہ تک کہہ دینے میں شرم محسوس نہیں کی کہ اس وقت ساری قوم کی نظریں امریکی امداد پر لگی ہوئی ہیں۔ انہوں نے امریکہ میں یہ بھی بڑے فخر سے کہا کہ میں جب چاہتا ہوں فون اٹھا کر بش' پاول اور بلیئر سے بات کر لیتا ہوں۔ دشمنان اسلام سے چند منٹ فون پر ہیلو ہیلو کرنے پر ہماری فوجی حکمران کس قدر اترا رہے ہیں! پھر جب وہ طنزیہ انداز میں پوچھتے ہیں کہ افغانستان کا کیا حال ہے تو جنرل صاحب وضاحتیں فرماتے ہیں جس پر وہ یقیناً قہقہے بکھیرتے ہوں گے۔ یہ تو ہے وہ عزت افزائی جو ہمارے حکمرانوں نے تذلیل کی قیمت پر حاصل کی ہے۔ جہاں تک اس دورہ کی کامیابی کا تعلق ہے تو یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ہمارے ہر حکمران کا دورہ آغاز سے پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہوتا ہے یہاں تک کہ کارگل کی جنگ کے موقع پر جب نواز شریف یک طرفہ سرنڈر کر کے آئے تھے اور کہنے والوں نے اسے سقوط ڈھاکہ کے بعد سب سے بڑا سانحہ قرار دیا تھا تو ابن الوقت اور کاسہ لیس قسم کے لوگ انہیں ''امن کا دیوتا'' اور ''جنگ کی تباہ کاریوں سے ملک کو بچا لینے والا عظیم رہنما'' قرار دے رہے تھے۔ لہٰذا دورہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو کامیاب ہو۔ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے کسی حاکم کا کوئی دورہ کبھی ناکام نہیں ہوا' خصوصاً امریکہ کا تو سرکاری دورہ حاصل کر لینا ہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

امدادی پیکج اور تجارتی سہولتوں کا بڑا غلغلہ تھا' لیکن اقتصادی امداد اور قرضوں کی ادائیگی میں سہولتیں دینے کا

انداز ایسا ہے کہ قدم قدم پر حکومتی پالیسی کا جائزہ لیا جائے گا۔ جہاں انہیں محسوس ہوگا کہ ان کی متعین کردہ پالیسی سے رتی بھر بھی انحراف کیا گیا ہے' امداد اور معافی کا عمل خود بخود رک جائے گا۔ ایک ارب ڈالر کے قرضوں کی معافی کا اعلان کیا گیا لیکن ساتھ ہی معاملہ کو کنفیوز کر دیا گیا۔ اب بحث جاری ہے کہ قرضہ معاف ہوا یا نہیں ہوا۔ پھر ایک معافی ملی تو اس کی چار شرائط ہوں گی جن میں ایک شرط یہ ہے کہ بھارت سے کشیدگی دور کی جائے۔ سوال یہ ہے کیا بھارت سے کشیدگی ختم کرنا اکیلے پاکستان کے لئے ممکن ہو گا! تجارتی سہولتوں کے بارے میں خود وزیر تجارت نے کہہ دیا ہے کہ ہماری توقعات پوری نہیں ہوئیں۔ پاکستان کے ٹیکسٹائل کوٹہ میں اضافہ ہوا ہے لیکن یہ اضافہ بھی ماہانہ بنیادوں پر ہوگا' یعنی جب چاہیں ان سہولتوں کو ختم کر کے پاکستان کو واپس اسی جگہ پر لا کھڑا کریں۔ امریکہ کا انداز بلیک میلنگ کا ہے۔ جیسے جیسے پاکستان علاقہ میں امریکہ کے مفادات کو پورا کرے گا' وہ امداد کا چوغہ دیتا رہے گا۔ اپنی آزادی اور سالمیت کے تحفظ کے حوالہ سے ہم جوں جوں امریکیوں کے مطالبات تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں' یہ مطالبات بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے اندرونی معاملات میں امریکی مداخلت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ صدر مشرف ابھی واپس پاکستان نہیں پہنچے ہوں گے کہ امریکی ایوان نمائندگان نے ایک قرارداد منظور کی جس میں پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی جائے اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دی جانے والی آئینی ترمیم منسوخ کی جائے۔ یہ سب کچھ قدم پیچھے ہٹانے کا نتیجہ ہے کہ امریکی حکومت اور اس کے مختلف ادارے ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔

دورہ کی اہم ترین بات یہ ہے کہ جنرل مشرف پاکستانی افواج کے لئے امریکہ اسلحہ حاصل کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ اسرائیل بھارت کو فوجی اور تکنیکی امداد کھلم کھلا فراہم کر رہا ہے جس پر پاکستان نے بہت واویلا کیا ہے لیکن امریکہ بدستور چشم پوشی کر رہا ہے۔ بھارت نے صدر مشرف کے دورہ سے پہلے ایک پتہ پھینکا تھا جو بھارتی نقطہ نظر سے بہت کامیاب رہا۔ روس کا ایک دفاعی مشن بھارت کو اسلحہ فروخت کرنے نیو دہلی پہنچا تھا۔ روس اور بھارت کے درمیان اسلحہ کی ایک بہت بڑی ڈیل ہوتے ہوتے رہ گئی اور سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ ڈیل کو فائنل ہونے میں کچھ رکاوٹیں ہیں جنہیں دور کرنے کی کوشش بعد ازاں کی جائے گی۔ درحقیقت بھارت نے امریکہ کو سگنل دیا تھا کہ اگر اس نے پاکستان کو فوجی امداد دی تو وہ معمولی نوعیت کی رکاوٹیں دور کر کے روس سے اسلحہ خرید لے گا اور ظاہر ہے جتنی بڑی مقدار میں بھارت امریکہ سے نقد کی بنیاد پر اسلحہ خرید سکتا ہے' پاکستان کے لئے ممکن نہ ہوگا لہٰذا امریکہ جو اس وقت اپنی اسلحہ فیکٹریوں کو چلاتے رہنے کے لئے بڑے گاہک کی تلاش میں ہے' اس سے محروم ہو جائے گا۔ امریکہ کو بھارت میں اس وقت سرپلس فنڈ نظر آ رہے ہیں اور اس کے منہ میں پانی بھر آیا ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کے مقابلے میں بھارت کو فوجی سطح پر مضبوط و مستحکم کرنا اس کی سٹریٹجک ضرورت ہے۔ چنانچہ امریکہ کا کامیاب دورہ تو (بقول حکومت پاکستان) پاکستان کے جنرل مشرف نے کیا جبکہ بھارت گھر بیٹھے امریکی اسلحہ خریدنے میں کامیاب ہو گیا۔

کاش ہمارے حکمرانوں کو کوئی سمجھا دے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی دشمنی میں ہندوؤں سے بھی آگے ہیں۔ ان سے خیر کی توقع کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔ یہ کبھی ہماری ایسی ٹھوس امداد نہیں کریں گے جس سے ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں۔ یہ ہمیں زندہ بھی رہنے دیں گے تو صرف اسی صورت میں کہ یہ بھی ان کے اپنے مفاد میں ہو گا۔ امریکہ کو فی الحال دو بنیادوں پر پاکستان کی ضرورت ہے۔ ایک تو پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع ایسا ہے کہ امریکہ کو علاقے میں اپنے مفادات کو پورا کرنے کے لئے اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ بھارت سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے بھی اسے پاکستان کی ضرورت ہے۔ حکمران اچھی طرح سوچ لیں کہ وہ کس قدر اور کس حد تک پسپائی اختیار کریں گے! حکمران سمجھتے ہیں جب تک ان کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے' پاکستان کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اصل فرض ایٹمی صلاحیت کی حفاظت ہے جبکہ اسرائیل پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو براہ راست اپنی سلامتی کے لئے خطرہ تصور کرتا ہے۔ امریکہ کو جنگوں میں الجھا کر یہودی اس کی معیشت کو مکمل طور پر اپنے زیر اثر کر رہا ہے۔ امریکہ کے قرضوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے یعنی امریکہ پر یہودی کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔ امریکہ کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ وہ یہودیوں کے اس مطالبے کو رد کرے کہ اس کی سلامتی کے تحفظ کے لئے پاکستان کا ایٹمی ڈنگ نکالا جائے! لہٰذا امریکی مطالبات اپنے اصل ہدف سے پہلے کیسے رک سکتے ہیں۔ یہ پسپائی جسے بڑی کامیاب پالیسی قرار دیا جا رہا ہے' آخر کار مجبور کر دے گی کہ ایٹمی صلاحیت کو رول بیک کر دیا جائے۔ امریکہ اس کے بدلے میں حفاظتی چھتری مہیا کرنے پر بھی تیار ہو جائے گا۔ لیکن جب بھارت یہ صورت حال دیکھے گا تب وہ امریکہ کی ایک نہیں مانے گا۔ وہ یہ سنہری موقع کبھی ضائع نہیں کرے گا جس طرح اس نے ۱۹۷۱ء کا گولڈن چانس ضائع نہیں کیا تھا۔

رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ ساتھ

(شاہین اقبال اثر)

اچھائی کر رہے ہیں برائی کے ساتھ ساتھ
کھاتے ہیں سنکھیا بھی دوائی کے ساتھ ساتھ

قطرہ ملا شراب کا زمزم کے حوض میں
رشوت بھی ہے حلال کمائی کے ساتھ ساتھ

دیتے ہیں وہ زکوٰۃ بھی لیتے ہیں سود بھی
مکھی نگل رہے ہیں ملائی کے ساتھ ساتھ

غیبت بھی چغلیاں بھی ہیں گالی گلوچ بھی
روزہ نماز و ذکر و بھلائی کے ساتھ ساتھ

مسلم ہیں اور باعث ایذائے مسلمین
مومن بھی ہیں لگائی بجھائی کے ساتھ ساتھ

تعلیم نو کہ موت ہے اخلاقیات کی
ہے ''مکس گیدرنگ'' پڑھائی کے ساتھ ساتھ

دیتے ہیں اپنی عقل سے حکم خدا میں دخل
رہزن بھی ہیں وہ راہنمائی کے ساتھ ساتھ

حکم خدا کو دیکھو پس پشت ڈال کر
چلنا وہ چاہتے ہیں خدائی کے ساتھ ساتھ

ہے آج تک ہماری غلامانہ ذہنیت
وہ قید کر گیا ہے رہائی کے ساتھ ساتھ

چادر تو اوڑھ لی ہے مگر چہرہ ہے کھلا
پردہ بھی ہے تو جلوہ نمائی کے ساتھ ساتھ

حسن عمل نہیں ہے مگر حسن ظن بہت
امید مغفرت ہے ڈھٹائی کے ساتھ ساتھ

اپنا عدو بھی کتنا بڑا چال باز ہے
بسکٹ بھی پھینکتا ہے لڑائی کے ساتھ ساتھ

پوشیدہ پند و وعظ ہے طنز و مزاح میں
مرچیں کھلا رہا ہوں مٹھائی کے ساتھ ساتھ

پیشہ وروں کے بینک اکاؤنٹس ہیں اثر
شاہی بھی چل رہی ہے گدائی کے ساتھ ساتھ

فلسفۂ عید قربان

دنیا میں ہر عقل مند کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ کسی بھی کام کے لئے اپنے ذہن میں اس کے نفع ونقصان کا موازنہ کرتا ہے۔ جو چیز اس کے حق میں انفع ہو یعنی جس کا نفع نقصان سے زیادہ ہو اسے پسند کرتا ہے۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا معمول ہے جس کی عقل محدود' فہم نارسا انکشاف حالات مستقبلہ سے عاجز وبیکس ہے اور جس کے سارے فیصلے ظن وتخمین پر ہیں تو کیا اس عالم الغیب والشہادۃ' کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہئے۔ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔

ہاں ایک امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو چارہ نہیں' وہ یہ کہ عقل وفہم انسانی کے مراتب مختلف ہیں۔ ایک ہی چیز ایک شخص کے ہاں بدیہی ہے تو دوسرے کے حق میں نظری۔ نظری ہونے کے بعد پھر ایک آدمی محض اپنی نظر وفکر سے اسے حل کر لیتا ہے' تنبیہ ومتنبہ کی اسے ضرورت نہیں تو دوسرا اسی نظری کو سوائے راہنمائی کے حل نہیں کرسکتا۔ پھر راہ نما ملنے کے بعد ایک شخص ادنیٰ انتباہ سے متنبہ ہو جاتا ہے تو

اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے

دوسرے کے لئے معلم بے حد دردسری کرتا ہے' تب اسے کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ پس فہم انسانی میں مراتب مختلف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے حکمت ومصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ "اس کتاب (کے منزل من اللہ ہونے) میں شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے راہنما ہے' وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔"

البتہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو نعمت حکمت سے سرفراز فرماتا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ "اور جس شخص کو حکمت (دانشمندی) عطا کی گئی' بے شک اسے بہت بھلائی دی گئی۔" اصل سابق کے مطابق حکم قربانی بھی حکمت سے خالی نہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض افراد اس حکمت کو نہ سمجھیں اور بے سوچے تعمیل حکم کر دیں۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے' اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے۔ ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ﴾ (المائدہ: ۲۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں'

مولانا احمد علی لاہوریؒ

اس لئے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے' مجھے خداتعالیٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا اس وقت اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا جسے ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔

☆ جب حصول رضاء الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔

☆ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال قربان کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا!

☆ جب ان کے ہاں جان' اولاد اور مال کی رضاء الٰہی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ تھی تو وہاں حب وطن محبت الٰہی کا مقابلہ کب کرسکتی تھی۔

☆ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں وہ جان اور اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ واقربا کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے حکمت ومصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا

☆ جب ان کی اولاد' جان اور اقربا رضاء الٰہی پر قربان ہو چکے ہیں تو حب بقیہ احباب دنیا انہیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔

☆ جب رضاء الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت یا صنعت وحرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے؟

سید المرسلین' خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام دراصل ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں۔

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ وَهُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ...... ۝﴾ (سورہ الحج: ۷۸)

"اور اللہ تعالیٰ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اور امتوں سے ممتاز فرمایا) اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اس اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔"

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی امت کو رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس جانور کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ وہاں تقویٰ کی قدر وقیمت ہے

مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ومحبوب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰي مِنْكُمْ ۝﴾ (الحج: ۳۷) "اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اس کے ہاں تقویٰ کی قدر وقیمت ہے (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے)۔

بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ یہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہے کہ شریعت محمدی کے ہر حکم میں دین ودنیا' دنیا وآخرت کی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں!

ہر سال ذی الحج کی ۱۰ تاریخ کو اُمتِ مسلمہ انسانی تاریخ کے اس زرّیں باب کی یاد مناتی ہے جو ایک عظیم باپ اور اس کے فرماں بردار بیٹے نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر تسلیم و رضا کے بے نظیر مظاہرے کی شکل میں رقم کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی اللہ کی محبت اور اطاعت سے بھرپور قربانیوں کی ایک ایسی لازوال داستان ہے کہ اگر کوئی اسلام کا ماڈل دیکھنا چاہے تو وہ حضرت ابراہیمؑ کی حیاتِ مبارکہ کو دیکھ لے۔ ان کی زندگی کا رخ مکمل طور پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب مرکوز رہا۔

"میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" (الانعام:۷۹)

اپنے خاندان، رشتے داروں اور پوری قوم کے ساتھ ان کے تمام تعلقات اور ربط وضوابط احکاماتِ الٰہیہ کے زیرِ نگیں تھے اور کلمۂ توحید کی سربلندی انہیں اتنی عزیز تھی کہ اس کی خاطر انہوں نے اپنا گھر، والدین اور وطن چھوڑا لیکن اپنے عقائد

> حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی
> اللہ کی محبت اور اطاعت سے
> بھرپور قربانیوں کی داستان ہے

پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ اپنے مشن کی تکمیل اور اللہ کی رضا جوئی پر وہ اتنے ثابت قدمی سے جمے ہوئے تھے کہ ہر امتحان میں سرخرو ہوتے رہے حتیٰ کہ پیرانہ سالی کی حالت میں اپنے نوجوان اکلوتے فرزند کو اللہ کے حکم پر اپنے تئیں قربان کر کے قربانی کی وہ عظیم مثال قائم کر ڈالی کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ سنت جاری کر دی کہ اسی تاریخ کو دنیا بھر میں اہلِ ایمان جانور قربان کریں اور وفاداری اور جاں نثاری کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے عبادتِ قربانی کی اہمیت یوں بیان فرمائی کہ:

"ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن اللہ کو فرزند آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ زندہ ہو کر آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! دل کی پوری خوشی کے ساتھ قربانیاں کیا کرو۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بطور اُمتِ مسلمہ اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان ہم کتنی "قربانیاں" دل کی پوری خوشی کے ساتھ دے رہے ہیں؟ قربانی کا جذبہ بذاتِ خود ایک ایسا خوبصورت اور عظیم احساس ہے جو انسان کے اندر سے فراخ دلی، انکساری اور شکرگزاری بن کر پھوٹتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بے رحمی، تنگ دلی اور ناشکری کی ضد ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں جانور کی قربانی کا حکم دیا ہے تاکہ ہم بھی اُسوۂ ابراہیمیؑ پر قائم رہتے ہوئے اللہ کی خاطر اپنی عزیز از جان چیزیں، آسائشیں، جذبے اور احساسات قربان کرنے کے لئے خود کو تیار کر سکیں۔ مثلاً ہم وہ تمام شوق اور مشغلے پورے صبر اور دل کی

رعنا ہاشم خان

خوشی کے ساتھ قربان کر دیں جن پر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کرنے کے باوجود عمل پیرا ہیں۔ اپنے وقت آرام اور تفریح کے نام پر بے جا سیر گشت کی قربانی اس مقصد اور ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے دیں جس کے لئے ہم دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ "وقت کی قربانی" ایسی قربانی ہے جس کو دینے میں ہم آج سب سے زیادہ مشکل میں گرفتار نظر آتے ہیں جبکہ تمام عبادتیں وریاضتیں، اللہ سے ہمارے تمام عہد و پیمان، دینی مقاصد کا حصول اور انسانیت کی بھلائی کے کام وقت ہی کی قربانی سب سے زیادہ مانگتے ہیں۔

آج جبکہ عالمِ اسلام میں مسلمانوں کا خون پانی بن کر بہہ رہا ہے اس سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہو سکتا ہے کہ

> قربانی کا جذبہ بے رحمی، تنگ دلی
> اور ناشکری کی ضد ہے

ہم اپنے خالقِ حقیقی کے حضور اس عید الاضحیٰ پر اپنے قول وعمل سے یہ اظہار کریں کہ اے اللہ جس طرح یہ معصوم جانور تیری راہ میں قربان ہونے کے لئے ہمارے ہاتھوں میں تیار ہے اسی طرح ہم بھی اپنی زندگیاں، وقت، عیش وآرام غرض کہ ہر خوشی تیرے دین کی سربلندی کے لئے قربان کر دینے کو ہر وقت تیار ہیں اور یہی ہے قربانی کی اصل غرض وغایت ورنہ جب تک ہمارے قلب سوز سے، ہماری روحیں احساس سے اور ہمارے اعمال تقویٰ اور پرہیزگاری سے مالا مال نہیں ہو جاتے عید الاضحیٰ ہمارے لئے محض "فیسٹیول آف گوشت" ہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

"اللہ تمہاری صورتوں اور رنگت کو نہیں دیکھتا، اس کی نظر تو تمہارے قلوب واعمال پر رہتی ہے۔"

اور سورۃ الحج کی آیت ۳۷ میں کہا گیا کہ:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

"نہ ان کے گوشت اللہ کے پاس پہنچتے ہیں نہ ان کا خون، مگر اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار کریں کیونکہ اس کے بغیر احیائے دین کا کام نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنا وقت، مال و دولت، پسند ناپسند اور اپنی زندگیاں بقول امیر محترم اس کام کے لئے کھپا دیں۔ اگر ہم پورے اخلاص کے ساتھ اس کی راہ میں جدوجہد کریں تو وہ کامیابی کے دروازے ہم پر ضرور کھولے گا کہ یہ اس کا ہم سے وعدہ

> ہمیں اپنی زندگی، وقت، عیش وآرام کو
> اقامت دین کی جدوجہد کے لئے
> قربان کر دینا چاہئے

ہے اور چونکہ پاکستان کی بنیاد حق پر قائم کی گئی ہے لہٰذا پاکستان کے وجود کی برقراری حق کے بغیر ناممکن ہے اور حق کی اجارہ داری جذبۂ قربانی کے بغیر ناممکن ہے کہ...... ذکر ہوگا جہاں جہاں تیرا ساتھ میرا بھی نام پہنچے گا۔ ہماری دعا ہونی چاہئے کہ آج اُمتِ مسلمہ اور وطنِ عزیز کو درپیش مسائل سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہم اپنے دین پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو جائیں کہ دین سے دوری ہی ہماری پستی کا اصل سبب ہے۔

اعلانِ تعطیل

عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے دوران مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور تنظیم اسلامی کے دفاتر بند رہیں گے۔ لہٰذا ندائے خلافت کا اگلا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین وایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

امریکہ کے راسخ العقیدہ عیسائیوں میں

یہودیت اور اسرائیل

سے پرجوش تعاون وتقویت کی ایک

نئی تحریک!

حال ہی میں امریکہ میں شائع ہونے والی ایک چشم کشا کتاب FORCING GODS HANDS کی تلخیص

Grace Halsell کی کتاب Forcing God's Hand کا ترجمہ ۲۰۰۱ء کے اوائل میں ''ندائے خلافت'' کے شمارہ ۴ سے قسط وار شائع کرنا شروع کیا گیا تھا لیکن چند اقساط کے بعد اسے بوجوہ جاری نہ رکھا جا سکا۔ ۱۱ ستمبر کے بعد عالمی حالات میں جو تبدیلی آئی ہے' ان کے حوالے سے اس مضمون کی معنویت چونکہ بہت زیادہ اجاگر ہو کر سامنے آئی ہے لہٰذا قارئین کی دلچسپی کے لئے اس مضمون کی تلخیص کی دوبارہ اشاعت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پہلی قسط ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

کیا اس تیسری جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا ہے جسے بائبل میں ''آرمیگاڈان'' اور احادیث نبویہ میں ''الملحمة العظمیٰ'' کہا گیا ہے؟

تلخیص وترجمہ: سردار اعوان

Jerry Falwell جیسے کٹر عیسائی دنیا کے خاتمہ کی دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں؟ کیا ایک ''نئی دنیا اور نئی جنت'' بسانے کے لئے اس دنیا کا خاتمہ ضروری ہے؟ یاجوج ماجوج' دوبارہ جی اٹھنے اور آخری جنگ عظیم آرمیگاڈان' جس میں الاؤ دہکیں گے اور لاوے پھٹیں گے ـــــ عیسائیوں کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے؟ یہ جاننے کے لئے Grace Halsell نے ۱۹۸۰ء کے عشرے میں Jerry Falwell کی سربراہی میں دو بار ارضِ مقدس کا سفر کیا اور ایک کتاب Prohpecy and Politic لکھی۔ پھر لگ بھگ دو دہائیوں کی سوچ بچار کے نتیجہ میں' اکتوبر ۱۹۹۹ء میں دوسری کتاب Forcing God's Hand تحریر کی جس میں ان سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ میں ایک بہت بڑی تعداد ''آرمیگاڈان'' کے اس تصور کو درست سمجھتی ہے جو بنیاد پرست عیسائی مبلغین پیش کرتے ہیں۔ اس کی رو سے ''یہ جنگ بالکل سامنے نظر آ رہی ہے' اس میں دنیا کا ہر دوسرا آدمی یعنی لگ بھگ تین ارب انسان لقمۂ اجل بن جائیں گے' یہ آخری جنگ ہو گی جس کے بعد اس پوری کائنات کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین و آسمان تباہ ہو جائیں گے''۔

۱۹۸۴ء میں ۳۹ فیصد امریکی اس خیال کے حامی تھے کہ اس جنگ کے نتیجے میں اکیسویں صدی میں انسانیت اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی جبکہ ۱۹۹۸ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۱ فیصد ہو گئی۔ امریکہ میں بنیاد پرست عیسائی لگ بھگ ۵۰ ملین کی تعداد میں ہیں جو مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مگر امریکہ میں اس کی اتنے وسیع پیمانے پر تبلیغ ہو رہی ہے کہ آرمیگاڈان کے تصور کو عوام کے مذہبی طبقات میں زبردست پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ ان تصورات کا دائرہ صرف ان لوگوں تک ہی محدود نہیں ہے جنہیں عرف عام میں جنونی کہا جاتا ہے بلکہ یہ دائرہ حکومت کے ایوانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۸۲ء میں سیکرٹری دفاع وائن برگر کا آرمیگاڈان کے حوالے سے کہنا تھا کہ میں مانتا ہوں کہ یہ دنیا بڑی تیزی سے تباہی کے قریب جا رہی ہے۔ صدر ریگن نے ۱۹۸۳ء میں امریکن اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹی کے ٹام ڈائین سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا ''تمہیں علم ہے کہ میں آپ کے قدیم نبیوں سے رجوع کرتا ہوں جن کا تورات میں ذکر ہے' ان کے حوالہ سے آرمیگاڈان کے بارے میں پڑھ کر سوچتا ہوں کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کا اس سے سابقہ پیش آنا ہے اور یہی وہ دور ہے۔''

آرمیگاڈان کیا ہے؟

تل ابیب (اسرائیل) سے ۵۵ میل شمال میں' بحیرہ روم سے خشکی میں ۱۵ میل اندر' ایک جگہ ہے جو مگڈو (Megiddo) کہلاتی ہے۔ اس سے کچھ ہی فاصلہ پر پہاڑی نما ایک ٹیلہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں کنعان کا پرانا شہر آباد تھا۔ یہ ٹیلہ ایسڈرلون (Esdraelon) کے چٹیل میدان' جسے پرانے صحیفوں میں جزرائیل کی وادی (Valley of Jezreerl) کہا گیا ہے' کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ جتنی جنگیں یہاں ہوئی ہیں' دنیا کے کسی دوسرے مقام پر نہیں ہوئیں اور دنیا کی آخری جنگ بھی یہیں ہو گی جس کا منظر بائبل میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے ''اقوام کے شہر تہس نہس ہو گئے' جزیرے اور پہاڑ لاپتہ ہو گئے۔'' یہ ایٹمی جنگ ہو گی جس سے دنیا تباہ ہو جائے گی' جیسا کہ حزقی ایل (باب ۳۸' ۳۹) میں بیان کیا گیا ہے: ''آگ اور لاوا برسے گا' زبردست لرزہ طاری ہو گا جس سے پہاڑ گرنے لگیں گے اور دیواریں زمین بوس ہونے لگیں گی۔''

یاجوج ماجوج

آرمیگاڈان کی آخری جنگ عظیم سے قبل جس میں حضرت عیسیٰؑ دشمنوں کو نیست و نابود کریں گے' جو جنگیں ہوں گی ان میں یاجوج ماجوج کے خلاف جنگ بھی شامل ہے۔ حزقی ایل میں ہے کہ ''جب یاجوج اسرائیل کی سرزمین کے خلاف اٹھیں گے تو خدا ان کے خلاف ژالہ باری اور آتش فشاں بھیجے گا جس میں خون شامل ہو گا'' یعنی امریکہ اور برطانیہ اسرائیل کی مدد کو پہنچیں گے۔ آخری جنگ سے پہلے کے سات سال اس طرح کی خوفناک جنگوں میں گزریں گے اور اس وقت تک امن نہیں ہو گا جب تک حضرت عیسیٰؑ دوبارہ ظاہر ہو کر حضرت داؤدؑ کا تخت نہیں

سنبھالتے۔

دجال(Anti-Christ)

عیسائیوں کے عقیدہ کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کا ہمیشہ ایک دشمن رہا ہے۔ اسے ''درندہ'' (Beast) بھی کہا گیا ہے' جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں۔ پھر شیطان اس درندہ کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ جنگ کرتا ہے اور حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے۔ اس زمانے میں سات سال تک اسی کی حکمرانی ہوگی۔ اس کا مطالبہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے دائیں ہاتھ یا پیشانی پر اس سے ایک نشانی رکھوالے۔ وہ نگرانی کے نہایت حساس طریقے استعمال کرے گا اور تمام ٹیکنالوجی اس کے قبضہ میں ہوگی۔ اولاً وہ یورپی اقوام پر تسلط قائم کرے گا۔ دنیا کے سارے لوگ اس کی غیر معمولی فراست' ذہانت اور حکمرانی کی اہلیت پر عش عش کر اٹھیں گے۔ اس کے معاون وہ فرشتے ہوں گے' جنہوں نے خدا سے بغاوت کی تھی اور Luciefer (شیطان) کے پیچھے چل پڑے تھے۔ جی ہاں! دجال شر کی طاقتوں اور دنیا کی تمام فوجوں کے ساتھ میدان میں آئے گا اور اس سے جو تباہی اور مصائب آئیں گے ان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے' جیسے جہنم پھٹ پڑے گی' ساری پچھلی جنگیں نہایت معمولی نظر آئیں گی اور خدا ہی جانتا ہے کتنے کروڑوں انسان صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔ آخر میں خدا حضرت عیسیٰؑ کو بھیجے گا جو دجال کو قتل کریں گے۔

نجات(Rapture)

مذہبی عیسائیوں کے ہاں نجات کا ایک تصور ہے کہ پیشتر اس کے کہ جنگوں اور عذاب کا سلسلہ شروع ہو' حضرت عیسیٰؑ اپنے برگزیدہ پیروکاروں کو آسمان پر اٹھا لیں گے اور انہیں ہولناک تباہی' شیطانی قوتوں کی جنگ' یاجوج ماجوج اور آرمیگیڈون کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا' یعنی حضرت عیسیٰؑ ایک مرتبہ اپنے پجاریوں کو لینے آئیں گے اور دوسری مرتبہ دجال کو قتل کرنے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچا لئے جائیں گے وہ اپنے آپ کو ''نو پیدا شدہ'' (Born Again) کہتے ہیں۔ اس سے ان کی کیا مراد ہے' وہ اسے ذاتی تجربہ قرار دیتے ہیں' اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ میں عیسائی یا یہودی وغیرہ ہوں تو لوگ اسے وہی سمجھتے ہیں جو وہ کہتا ہے' یہی معاملہ ''نجات شدہ'' یا ''نو پیدا شدہ'' کا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی امریکہ کے ۴۸ فیصد عیسائیوں نے اپنے آپ کو نو پیدا شدہ عیسائی بتایا تھا۔ ان میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ جمی کارٹر' رونالڈ ریگن' جارج بش' واٹر گیٹ سکینڈل کے چارلس کولسن' کینتھ سٹار اور کئی دیگر مشہور لیڈر جن میں ٹرنٹ لاٹ اور ٹام ڈیلے شامل ہیں' اپنے بارے میں یہ دعویٰ کر چکے ہیں۔ گویا یہ ان کا ایک قسم کا روحانی تجربہ ہے جسے وہ اپنے دعوے کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔

ان بنیاد پرست عیسائیوں کے خیال میں ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام بائبل کی ایک پیشین گوئی کی تکمیل تھی اور ان کے مطابق یہودیوں کو وہی کرنا چاہئے جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے' یعنی حضرت عیسیٰؑ کے لئے حالات پیدا کرنا اور اگر عیسائی یہ چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جلد آ جائیں تو انہیں بھی بعض اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان کے نزدیک خدا اپنے تمام بچوں پر ایک طرح نظر نہیں رکھتا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے تو خدا کے پاس منصوبے ہیں' دوسروں یعنی مسلمانوں وغیرہ کے لئے نہیں' جب تک کہ وہ عیسائی نہیں ہو جاتے۔ عیسائیوں کے لئے خدا کے پاس جنتی منصوبہ ہے اور یہودی کے لئے ارضی' یعنی اسرائیل کی دوبارہ پیدائش کا منصوبہ۔ امریکہ میں ان عقائد کے حامل عیسائیوں کی تعداد اڑھائی تین کروڑ کے لگ بھگ ہے جس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بہر حال ان کا جو عقیدہ ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ایک خوفناک تباہی آنے کو ہے' لیکن خود انہیں ایک پل کی تکلیف بھی نہیں ہوگی کیونکہ وہ پہلے سے بخشے بخشائے (Rapture) ہیں۔ جو بھی مصیبت ہوگی' غیر عیسائیوں کو ہوگی اور اس عقیدہ کے ماننے والے کوئی ان پڑھ' جاہل نہیں ہیں بلکہ امریکہ کے باشندے ہیں۔

بقیہ : حسنِ انتخاب

کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے تو ادھر دنیا سنور جاتی ہے' ادھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے تو ادھر دنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پا جاتا ہے۔

اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی تازہ یاد قرار دیں اور ہر سال شمع رضائے الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل و جان' ظاہر و باطن سے تیار رہیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام ان کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدائیان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی' اللہ تعالیٰ ان کی حمایت کے لئے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر یہ دنیا میں چالیس کروڑ نہیں' چالیس سو بھی ہوں گے تو ہر میدان میں فتح و نصرت کا سہرا انہی کے سر ہوگا۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی منہ کی کھائے گی۔

اگر اصول مذہب سے قطع نظر کر لی جائے تو بھی عقلاء دنیا کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ وحدت میں قوت اور انتشار میں ضعف لازمی ہے۔ مثلاً کچے سوت کی تاریں علیحدہ علیحدہ ہوں تو دو برس کا بچہ ایک کو لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا ہے' لیکن انہی میں وحدت پیدا ہو جائے تو ایک طاقتور جوان بھی کپڑے کے ایک گز کو کھینچ کر دو ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ بعینہٖ اسلام اپنے متبعین کو ایک رشتۂ وحدت میں پرو دیتا ہے اور وہ رشتہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان چاہے وہ چینی ہوں' جاپانی ہوں' روسی ہوں' پاکستانی ہوں' ہندوستانی ہوں' امریکی ہوں یا افریقی ہوں' ان سب کا:

۱۔ رب ایک ہے...... اللہ

۲۔ رسول ایک ہے...... محمد ﷺ

۳۔ مذہب ایک ہے...... اسلام

۴۔ دستور العمل ایک ہے...... قرآن

۵۔ مرکز ایک ہے...... بیت اللہ

حاصل یہ ہے کہ اسلام نے رنگ و روپ' نسل و قوم' وطن و ملت کے تمام امتیازات مٹا دیئے ہیں۔ کالے' گورے' یہودی' نصرانی اور مجوسی سب کو ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (مومن آپس میں سب بھائی ہیں) اور ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ ''معزز تم میں سب سے زیادہ (اللہ سے) ڈرنے والا ہے'' کا سبق پڑھا دیا ہے۔

یہی وہ راز تھا جس نے مٹھی بھر مسلمانوں کو دنیا کا سرتاج بنا دیا اور اعداء دشمنان اسلام کو گرویدہ اسلام کر دکھایا۔ اعداء اسلام میں اصولاً وحدت کی بجائے انتشار ہے' جس کا لازمی نتیجہ ناکامی و نامرادی ہونا چاہئے۔ ان کے ہاں برہمن اور شودر کبھی مذہباً مل ہی نہیں سکتے۔ عیسائیوں میں اینگلو انڈین اور یورپین کا مرتبہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ہندو آزادی کی صدا کرتے وقت مادر وطن کو نصب العین بناتے ہیں تو جرمنی فقط جرمن کی آزادی کا خواہاں نظر آتا ہے اور انگریز انگلینڈ کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے۔ ﴿تَحْسَبُھُمْ جَمِیْعًا وَّقُلُوْبُھُمْ شَتّٰی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّایَعْلَمُوْنَ﴾ (الحشر)

''تو ان کافروں کو آپس میں متحد خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے مختلف ہیں' ان میں اختلاف اس لئے ہے کہ یہ بے وقوف ہیں۔''

ہائے افسوس' صد افسوس' آج دنیا میں الٹا قصہ نظر آ رہا ہے۔ جن کی گھٹی میں وحدت تھی' وہ انتشار میں سرشار ہیں اور جن کی ناکامی' نامرادی کا اعلان لوح محفوظ سے آ چکا تھا وہ آج سر تا پا وحدت نظر آتے ہیں۔

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد**

کا ایک اہم اور طویل مضمون

پاکستان میں اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش

گزشتہ دنوں اخبارات کو بغرض اشاعت بھجوایا گیا جو روزنامہ نوائے وقت کے علاوہ بعض قومی و مقامی اخبارات میں بالاقساط شائع ہوا۔

امیر محترم کا یہ مضمون ان شاء اللہ ماہنامہ ''میثاق'' کے مارچ 2002ء کے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔

تنظیم اسلامی لاہور (چھاؤنی) کے زیر اہتمام تربیتی اجتماع

۲۹ دسمبر ۲۰۰۱ء کو جامع مسجد خدام القرآن' اکیڈمی روڈ' والٹن میں رفقاء واحباب کے لئے ایک تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر کے خصوصی خطاب سے ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ پر تدریسی انداز سے سیر حاصل گفتگو فرمائی' جسے حاضرین نے بہت سراہا۔ عشاء سے قبل حلقہ لاہور (چھاؤنی) کے نئے رفقاء کا مختصر تعارف کرایا گیا۔ نماز کے بعد جناب فتح محمد قریشی نے فکر آخرت کے حوالے سے ایک دل گداز درس حدیث دیا۔ بعد ازاں جناب محمد مبشر نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہؓ کی سیرت کے حوالے سے خطاب کیا۔ تنظیم اسلامی لاہور (چھاؤنی) کے امیر جناب بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے اپنے دورہ افغانستان اور موجودہ صورت حال کے حوالے سے تاثرات بیان کئے۔ دعائیہ کلمات پر اس اجتماع کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں رفقاء واحباب کی حاضری تقریباً ۵۰ کے قریب تھی۔

(رپورٹ: ابومعاذ)

ملتان میں حلقہ پنجاب (جنوبی) کے منفرد رفقاء کا خصوصی اجتماع

یہ اجتماع ۲۶ جنوری کو صبح ۱۰ بجے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے شروع ہوا۔ حلقہ کے امیر جناب سعید اظہر عاصم نے اجتماع میں شریک رفقاء کا تعارف کرایا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز سورۃ الانفطار پر جناب سعید اظہر عاصم کے درس سے ہوا۔ امیر حلقہ نے اپنے پُرجوش انداز بیان سے رفقاء میں ایمان کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ انہوں نے کہا کہ یہ سورت خاص طور پر آخرت کے یقین کو پیدا کرنے کا درس دیتی ہے۔ انہوں نے تنظیم میں شامل ہونے والوں پر زور دیا کہ وہ امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے جائزہ لیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کو کیسے بدلا اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں کیا کیا مشکلات اٹھائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا نمونہ بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ انہوں نے کس طرح تکالیف برداشت کر کے خود کو دوسروں کے لئے نمونہ بنایا۔ ہمیں دین کو سب سے پہلے اپنے اوپر نافذ کرنا ہوگا۔ اس کے بعد اپنے گھر' شہر اور ملک کو اس روشنی سے منور کرنا ہوگا۔ ۵۰:۱۰ پر کتاب ''شعور حیات'' کے دو اہم مضامین ''کتاب زندگی'' اور ''فرض آپ کو پکار رہا ہے'' کا اجتماعی مطالعہ ہوا۔ ۱۲ بجے تنظیم اسلامی ملتان کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے ''دین اور مذہب'' کے عنوان سے مذاکرہ کی صورت میں لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ سیکولرازم کا نعرہ ہمارے دین کی جڑوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ ہمیں منظم ہو کر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کام کے لئے قرآن کو آلۂ کار بنانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج جو مسلمان بھی اسلام کو مذہب کی بجائے ایک دین سمجھتا ہے' یہود کے نزدیک وہی دہشت گرد ہے۔ یہود ایسے لوگوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حالات میں دینی جماعتوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ باہم مل کر سیکولرازم کا مقابلہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی پہچان ہی دین سے ہے' جسے غالب کرنا فرض عین ہے۔ ایک بجے دوپہر نماز ظہر اور طعام کے لئے وقفہ ہوا۔ دو بجے امیر محترم کا ویڈیو بعنوان ''بیسویں صدی میں احیائی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب'' دکھایا گیا۔ پروگرام کے آخری حصہ میں حلقہ کے امیر نے رفقاء پر زور دیا کہ وہ تنظیمی اجتماعات میں باقاعدگی سے شریک ہوں۔ انہوں نے تنظیم کے مختلف جرائد کا مطالعہ کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ انہوں نے طے کیا کہ آئندہ سے منفرد رفقاء کا اجتماع ہر ماہ کے آخری ہفتہ والے دن مغرب کے بعد شروع ہو کر اتوار کو نماز فجر پر ختم ہوگا۔ رفقاء شرعی عذر کے سوا اس میں لازماً شریک ہوں۔ انہوں نے رفقاء کو اعانت کے بارے میں بھی آگاہ کیا اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ پونے چار بجے یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: ناصر انیس خان)

تنظیم اسلامی بہاول نگر کی ماہانہ شب بسری

اس پروگرام کا آغاز ۸ فروری کو قرآن اکیڈمی' ہارون آباد کی مسجد جامع القرآن میں بعد نماز مغرب کیا گیا۔ سب سے پہلے جناب ذوالفقار علی نے اسلام کے صحیح تصور پر روشنی ڈالی۔ اس لیکچر میں انہوں نے دین اور مذہب کے فرق کی وضاحت کی اور حاضرین کو بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام گوشوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد جناب لیاقت علی نے سورۃ البقرہ کے آٹھویں سے سولھویں رکوع کا ترجمہ بیان کیا۔ ترجمہ کا یہ سلسلہ پچھلی شب بسری سے شروع کیا گیا تھا جس کے تحت اس مرتبہ پہلا پارہ مکمل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد تمام رفقاء کو نماز کے فرائض کی یاد دہانی کروائی گئی۔

آرام کے وقفہ کے بعد صبح ساڑھے چار بجے تمام رفقاء نے تہجد کی نماز ادا کی۔ نماز فجر کے بعد جناب ذوالفقار علی نے سورۃ النساء کی آیات ۱۳۵ اور ۱۳۶ کی روشنی میں شہادت علی الناس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس درس قرآن کے بعد جناب فضل حسن نے سورۃ البقرہ کے ۳۰ ویں رکوع کا لفظی ترجمہ بیان کیا۔ دعا پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (مرتب: وقار اشرف)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

would really appreciate if you devote some time in your surmon on his arrival in detail. This appears to be the only relief from the ordeal we all are going through.
I have taken too much of your time.
Please respond if you can.
ALLAH HAFIZ
Sohail Siddiqui, M.D.
Houston, Texas

We thank all the well wishers for their kind interest and appreciation. We pray that Allah (SWT) bless these efforts for the cause of Islam and bring peace and harmony among nations of the world (Editor)

ضرورت رشتہ

کراچی کی مستقل رہائشی' اردو اسپیکنگ' احیائے دین کی تحریک سے وابستہ فیملی کی خوش شکل' گورنمنٹ اسکول ٹیچر' عمر ۳۱ سال کے لئے تحریک سے وابستہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: محمد احمد فون: 5842554-402306

دعائے صحت

TINA نیوجرسی کے سینئر رفیق جناب خالد بیگ علیل ہیں۔ رفقاء سے ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

قارئین توجہ فرمائیں

ندائے خلافت کے آئندہ شمارے میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ کا ایک اہم مضمون

ریاستِ پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟

شامل اشاعت ہوگا۔ ان شاء اللہ

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد کے سینئر رفیق جناب محمد اقبال کے نانا صاحب' تایا صاحب اور پھوپھی ساس صاحبہ انتقال کر گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی کراچی (شرقی نمبر ۱) کے رفیق جناب ایاز نوید کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔

رفقاء سے مرحومین کے لئے دعا کی اپیل ہے۔

رشتہ کے لئے خدمات

دینی مزاج رکھنے والے خاندان میں رشتہ کے لئے ہماری خدمات مفت حاصل کریں۔

برائے رابطہ: نوید احمد' ریاض برادرز' ۴۰-اردو بازار' لاہور
فون: 7224989 موبائل: 0320-4606522

them. How long, for instance, should the Palestinians wait for justice when the US itself could wait not more than 26 days in the case of WTC and more than five months in the case of Gulf War to retaliate with all the force at its disposal?
Authors of the letter from America tells the Muslims: "Your human dignity, no less than ours - your rights and opportunities for a good life, no less than ours - are what we believe we're fighting for." May we then ask: Did you fight for the rights of the millions of oppressed Palestinians as vigorously in the last 30 years as you fought for the rights of 2,800 dead in the last five months. Do you intend to kill thousands upon thousands Israelis for Israel's thirty five years occupation as you are doing to Iraq for its few months occupation of Kuwait? Certainly not. Why then this double speak? The only answer to such hypocrisy is not mere education, but education with the mass awareness and mobilisation of the Muslims to struggle for themselves, in all possible ways, for their rights as equal citizens on this planet.

نامے میرے نام

A Letter from the US

Dear Dr. Israr Ahmed Sahib
Assalam o allaikum
For the last 5-6 months I have been listening your Jumma surmons on the internet. Let me tell that the sound quality is outstanding and it gets posted on the internet very promptly. My appreciation goes to people working on this for a superb job. I am glad that you are using the internet and other audio visual modalities to get the Islamic message across to the masses especially the ones living abroad. Allhamdulillah I also was blessed by ALLAH to listen to all 108 tapes of yours on tafseer-e-Quran and that really got me in listening to your surmons. May ALLAH bless you for your efforts.The purpose is not to praise you on your face but to let you know how effective these tools are so that you continue to do what you are doing.
The dior situation muslim umma is in is very well known to you.You address these issues routinely in your surmons. The vast majority of Pakistani Americans are also very concerned especially here in Houston, Texas. Muslims are been harrased all the time and racial profiling is a common practice especially for Arabs. The vast majority of christian believe what they hear or see on the media which is predominently under Jewish controll. They are systematically degrading ISLAM its values and muslims. The word JEHAD has become a joke. I personally have not encountered this hatered very much. I am a physician by proffession doing well in my practice and chairman dept. of Medicine in a local Hospital. I guess its just a matter of time.
These things bother me a lot and to a lot of other muslims here in united states. The way these guys(us,isreal and india) are closing on muslims the next 5-10 years looks very tough for muslims. I agree with you that the fundamental problem is with us that we lost our islamic character. Beside regaining that by the masses I am for an ACT OF GOD to turn things around. Offcourse anxiously awaiting for imam Mehdi. May ALLAH allow me to be in his army. I

گوشۂ خواتین

فیصل آباد میں حلقۂ خواتین کا تنظیمی ودعوتی اجتماع

۳ فروری ۲۰۰۲ء بروز اتوار تنظیم اسلامی فیصل آباد کے مرکزی دفتر میں مقامی اسرہ کا اجتماع منعقد ہوا۔ حلقۂ خواتین پاکستان کی نائب ناظمہ محترمہ امت المعطی لاہور سے تشریف لائیں اور نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ حلقۂ خواتین لاہور کی نائب ناظمہ محترمہ نوشین تاج ان کے ہمراہ تھیں۔ اس پروگرام میں ۱۶ مقامی رفیقات نے شرکت کی' جن میں پنجاب میڈیکل کالج کی طالبات بھی شامل تھیں۔
اجتماع کا آغاز دن سوا گیارہ بجے ہوا۔ محترمہ امت المعطی نے افتتاحی کلمات کے بعد ہر رفیقہ کے سامنے ۳ سوالات رکھے:
۱) آپ تنظیم میں کیسے شامل ہوئیں؟
۲) تنظیم کی کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟
۳) کیا آپ شرعی پردہ کرتی ہیں؟
اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ فرداً فرداً تمام رفیقات نے جواب دیئے۔ جو رفیقات شرعی پردہ کے حوالے سے مشکلات کا شکار تھیں' محترمہ امت المعطی نے ان کی رہنمائی کی۔ انہوں نے اپنے خاندان کے دینی پس منظر کے حوالے سے بتایا کہ دین کے راستے میں جو بھی نکلتا ہے' اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر گھبرانے اور پریشان ہونے سے مسائل کا حل نہیں نکلتا۔ اللہ پر کامل بھروسا ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ رسوم ورواج کو الٰہ نہیں بنانا چاہئے اور ہر کسی کی ناراضگی کے خوف کو سامنے رکھنے کے بجائے صرف خالقِ کائنات کو رضامند کرنے کی خواہش مدنظر ہونی چاہئے۔ نیز انہوں نے شرعی پردے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا کہ پردہ ایک مسلمان عورت کی معاشرتی زندگی کا پہلا زینہ ہے۔ ان کی باتیں تمام رفیقات کے لئے مشعل راہ تھیں۔
محترمہ نوشین تاج نے تنظیم میں خواتین کی شمولیت کے مقصد کو واضح کیا۔ انہوں نے مرکز کی طرف سے جاری کردہ نئے نصاب کا اعلان کیا۔ تمام خواتین میں نصاب پیپر بانٹے گئے اور پہلے ایک سالہ بنیادی کورس کو واضح کیا گیا۔ انہوں نے تمام رفیقات پر زور دیا کہ وہ اس پر بھرپور عمل کریں۔ اس کے بعد فیصل آباد میں خواتین کے تنظیمی ڈھانچے کو زیادہ مؤثر اور فعال بنانے کے لئے دو اسرے تشکیل دیئے گئے تاکہ دین کا کام زیادہ بہتر اور تیز رفتاری سے ہو سکے۔ تمام رفیقات سے کہا گیا کہ وہ آپس میں مسلسل رابطہ رکھیں اور اجتماعات میں حاضری کو ممکنہ حد تک یقینی بنائیں۔ پروگرام کے آخر میں محترمہ امت المعطی نے عہد نامۂ رفاقت کے نکات کا اعادہ کیا۔ نظام العمل برائے حلقۂ خواتین کو بھی بیان کیا گیا۔
اس اجتماع میں تمام رفیقات نے بھرپور طریقے سے شرکت کی اور انہیں ایک دوسرے سے براہ راست تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔ عہدیداران نے رفیقات کے اشکالات رفع کئے۔ تقریباً سوا ایک بجے یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔
اس کے بعد نائب ناظمہ' راقمہ کے گھر تشریف لائیں جہاں سے وہ حمید پیلس پہنچیں۔ یہاں کثیر تعداد میں خواتین موجود تھیں۔ پروگرام کا آغاز محترمہ حافظہ عابدہ فاروق کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد دخترِ ڈاکٹر عبدالسمیع نے نعتِ رسول مقبولؐ پڑھی۔ پھر نائب ناظمہ نے سورۂ آل عمران پر درس دیا۔ انہوں نے قرآن مجید سے وابستگی پر زور دیا اور اس حدیث کا حوالہ دیا جس کے مطابق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ سر اٹھائے گا جس سے نجات صرف قرآن ہی کے ذریعے ممکن ہو سکے گی۔ دورانِ درس انہوں نے پردے کے اہمیت پر بھی بڑا زور دیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض راقمہ نے سرانجام دیئے۔ آخر میں خواتین کی کثیر تعداد نے ''بیعت فارم'' وصول کئے۔ شرکاء نے اس پروگرام کو بہت سراہا اور اسے تسلسل سے جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ (مرتبہ: مسز احسان ملک)

on human development, etc. in five star hotels because we are at that lowest ebb of education that we consider environment to talk about Allah as different than the modern environment in Pearl Continental or Marriott Hotel. Our concept of the creator didn't grow beyond the middle ages of Islamic history. The reason is that being pragmatists our focus is more on practices like praying and fasting and less on understanding to reach and please Allah.

Considering the fall of Islam as a result of irregular prayers and fasting alone, efforts were made to organise religion through different organisations. However, in the last seventy years, we didn't observe any organisation that has educated Muslims any better than Ghazali, Ali bin Usman Hajweri or Abdul Qadir Jilani in comparatively far less time. The reason is that power has never been the objective of Islam - it is the by-product. The sole objective of Islam is to understand and reach Allah. Without this objective, Islam is reduced to a few rituals, which the seculars believe can be performed well within the ambit of a secular state.

Same is the problem with our education. Useless is all the education that despite all research, knowledge and awareness, doesn't bring one closer to Allah: which should be the crux of all intellectual curiosity. If despite all the PhDs and educated Muslims among ourselves we have failed to convince the non-Muslims of the righteousness and harmlessness of our ideology with our deeds, it means we have deviated somewhere from our right course. Why shall we be apologetic and murmuring that Islam has nothing to do with ideology and politics etc? Of course Islam is an ideology but we have to rightly live by it to show that it is not an ism like communism for the west to be afraid of.

The education and PhDs that we talk about either stop at Bertrand Russell, or Willgenstien, Quantum theory, Gestalt school or behaviourism. What else is the modern education? This knowledge is very limited. Years ago, Einstein gave us the concept of E=mc2. So far, however, no one could prove its second law. It means the pace of this knowledge and education is so slow that whatever Einstein put forward years ago, is coming before us in the form of Fusion. Allama Iqbal pointed to the inferiority complex in the Muslim thought which has resulted in two extremes groups: one is the blind followers of the secular thought and the other is the rejectionist rejecting all things western.

The American analysts in particular are bent upon proving parts of the Islamic teachings and Quran as redundant due to the reason that they give birth to terrorism and fundamentalism -- "two wings of the same bird." The non-believers are lecturing us on the Holy Quran. Our education would be education if we could prove that no portion of the Quran is redundant. It still has limitless knowledge and wisdom. For instance it was only in 1980 that the modern science refuted the earlier idea that unlike the sun and moon, some of the heavenly bodies are static. Whereas the Quran stated 1400 years ago: "It is not permitted to the sun to catch up the moon, nor can the night outstrip the day; each just swims along its own orbit," (36.40). It was only Einstein who confirmed that the galaxies and space are expanding. According to the Quran it is only Allah who expands the vastness of space (51.47). Quran referred to the recent Big Bang theory in verse 21:30 fourteen hundred years ago. Today the science estimates that the distance of nearest star is 15 trillion light years and it is beyond human capacity to get out of our galaxy. Whereas the Quran says: "...If you are able to pass through the regions of the heavens and the earth, then pass through; you cannot pass through but with the help of Allah," (55.33).

Quran is neither decadent nor a source of extremism. If we consider it far behind the modern world, its so because its interpreters are not aware of the myths and realities. The west is only ahead in technological skill. Dr. Abdul Qadeer Khan shattered the myth that we lag 150 years behind the west. Distances and times are irrelevant for Islam. Education, undoubtedly, is a must. However, writing Principia Mathematica or putting forward theory of relativity shall not be its objectives. Minus the top priority, millions of the PhDs would be useless. In the words of Quran: "And those who disbelieve, their deeds are like the mirage in a desert, which the thirsty man deems to be water; until when he comes to it he finds it to be naught, and there he finds Allah..." (24.39).

The duty of the learned Muslims is to make the rest of Muslims aware of the fact that Islam doesn't require sympathies or interpretation of a specific people or time. We need to make ourselves aware of the present realities and struggle to reach Allah in the light of all available knowledge, the way He showed in the Holy Quran and through the life of Prophet Mohammed (PBUH). Education needs to polish the initial sensitisation, awareness and will to strive for Allah.

As far terrorism and fundamentalism is concerned, they are the misnomered sources of our survival as Muslims. These are, in fact, Da'wa and Jihad, which are being demonised as fundamentalism and terrorism. The life and death struggle in many parts around the world demands Jihad. Jihad it becomes when it is waged with the true belief in and understanding of Allah. Jihad is not waged for victory alone. Jihad in many parts of the Muslim world is as much morally necessary as the 60 scholars from the US consider a war permitted after September 11. Don't the calamitous acts of occupation, violence, hatred and injustice in Palestine demand as much "war to defeat evil" as much the occupation of Kuwait or an attack of WTC demanded.

Authors of the American fatwa by the 60 scholars declare that the "primary moral justification for war is to protect the innocent from certain harm. If one has compelling evidence that innocent people who are in no position to protect themselves will be grievously harmed unless coercive force is used to stop an aggressor, then the moral principle of love of neighbour calls us to the use of force." Why do the authors think that this principle doesn't apply to Palestine, Kashmir and Chechnya? Mr. Huntington must understand that the Muslims do not fight. Fighting is imposed on

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk)

The Way Out For The Muslim World.

The only blessing amid the horrors perpetrated by the most brutal post September 11 military coalition is the exposure of intellectual alliance behind it. This alliance is comprised mainly of the American political analysts, who profess devotion to "objectivity," but are self-deluded victims of a curiously inverted "subjectivity," indulging an intolerant zeal for "tolerance," a passionate attack on passion, and a bigoted denunciation of "bigotry." "Objectivity" is being confounded with ideological preference and the "objective" ideologues demand Muslims' conformity to their notion of reality - or what ought to be the state of Muslim societies. A quick review of the latest attempts on part of the leading American intellectuals would help identify the real problem and the needed response on part of the Muslim world.

Talking at Larry King show on February 15, Bill Maher, a veteran host at ABC, turned the conversation from Afghanistan and Iraq to Islam and aired the contemporary complaint about Islam that it is a religion "but it is also an ideology, the way Communism was an ideology... I do not separate Muslim fundamentalism from terrorism. They're two wings on the same bird..."

The New York Post ran an article, "A deadly error," on January 21st. The author pointed one "glaringly weak spot" of the war on terrorism and that is the Bush team refusal "to acknowledge that there is an ideology that inspires America's enemies, preferring to ascribe its motives to simple 'evil.' Evil it is, but it follows from the specific set of radical utopian ideas known as militant Islam." The Washington Post (Feb. 12) published text of an open letter on why the "war on terrorism" is necessary and just. The letter is signed by 60 leading intellectuals, most of whom are high-powered academics who study ethics, religion and public policy at American universities and think tanks.

Under the section "A Just War" the letter says: "Yet reason and careful moral reflection also teach us that there are times when the first and most important reply to evil is to stop it." The letter goes on to put the blame, as usual without any evidence, on the shoulders of Al Qaeda, which "in turn, constitutes but one arm of a larger radical Islamicist movement, growing for decades...openly professes its desire...to use murder to advance its objectives."

Then appears Samuel P. Huntington with his Newsweek (January) column: "The Age of Muslim Wars." The first sentence sums up the thought: "Contemporary global politics in the age of Muslim wars. Muslims fight each other and fight non-Muslims far more often than do peoples of other civilizations. Muslim wars have replaced the cold war as the principal form of international conflict."

The unfortunate reality is that despite the full-scale exposure of the systematic and malicious efforts on part of such analysts to demonise Islam and anything associated with it, some of the Muslims still believe that any analysis of these thoughts is akin to "childish bias upon bias" by the Muslims. Some of us endorse policies of our sell out leaders with the justification that this is what illiterate and weak countries need to do. Some of the Muslims argue that keeping in view India, Israel and American intentions to wipe out the Muslim power, the Muslims need to learn to safeguard and build upon our nuclear and conventional resources until the time when any country has to think twice before trying to dominate us. Yet others believe that 1 million PhDs in the Muslim world, 70% literacy and millions of degrees in medicine, arts, and science will help the Muslims rule the world.

The dream of subserviently taking orders until acquiring the position of imaginary strength will never materialise because the Muslims are not subjected to a one-pronged attack. There should be no doubt that the Muslim countries are not only ordered to act in specific ways but are also systematically targeted to keep them socially, economically, morally and militarily in an unstable position. Education definitely is the key. The question, nevertheless, is what kind of education? Are Musharraf, Nawaz Sharif, Benazir Bhutto and the establishment in Islamabad illiterate? Is the military junta in Algeria or the dictatorial clique in Egypt and Turkey illiterate? Is Kofi Anan illiterate? If they are not, can't they think of a right approach to alleviate misery of the suffering masses rather than colluding with the managers of genocide, occupation and repression? What did they get from their education?

In fact, the Muslims are facing the confusion of priorities. Some say our priority is to educate ourselves; others say we need to make ourselves economic **giants of the** world and yet others believe we need to separate religion from politics and trust in the pleasure of world mastering demi-gods for our survival. We would remain confused as long as we don't clarify our top priority as Muslims. We are not Muslims to defend Islam or make our countries, as General Musharraf said, bastions of Islam. Islam doesn't need soldiers and bastions for its defence. Islam needs Muslims to live by Islam and their top priority should be to understand and reach Allah. That is the destination; Islam is the way towards it. Education certainly is the right tool provided it is used for the sake of knowing and understanding Allah. Roomi says knowledge for the sake of self-actualisation takes one to unusual heights, but knowledge for the sake of material well-being would not lead one to understand the universe and the objective behind its creation.

The problem is that unlike most of the westerns who strive to seek knowledge for the sake of knowledge, we seek knowledge for the sake of material well being alone. We consider it ridiculous to talk about Allah in our conferences